ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء (آیات 38 تا 42)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾﴾

”اور خرچ بھی کریں تو (اللہ کے لیے نہیں بلکہ) لوگوں کو دکھانے کو اور ایمان نہ لائیں اللہ پر اور نہ روزِ آخرت پر (ایسے لوگوں کا ساتھی شیطان ہے) اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو (کچھ شک نہیں کہ) وہ برا ساتھی ہے۔ اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے اور جو کچھ اللہ نے ان کو دیا تھا اس میں سے خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان ہوتا! اور اللہ اُن کو خوب جانتا ہے۔ اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا' اور اگر کوئی نیکی (کی) ہوگی تو اُس کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجرِ عظیم بخشے گا۔ بھلا اُس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو (اے محمد ﷺ!) اُن لوگوں کا (حال بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔ اُس روز کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش اُن کو زمین میں مدفون کر کے مٹی برابر کر دی جاتی۔ اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔“

اور برائی میں ان بخیلوں سے بھی بڑھ کر وہ لوگ ہیں جو اپنا مال دکھلاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ وہ حقیقت میں نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یومِ آخر پر۔ تو ایسے لوگ شیطان کے ساتھی ہیں۔ جن کا ساتھی شیطان ہو گیا پس وہ تو بہت ہی برا ساتھی ہے۔

ان پر کیا قیامت ٹوٹ پڑتی اگر یہ لوگ سچے دل سے اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لے آتے اور کھلے دل کے ساتھ خرچ کرتے اس مال میں سے جو اللہ نے انہیں دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن سے اچھی طرح واقف ہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ کسی پر ذرے کے ہم وزن بھی ظلم نہیں کرے گا۔ وہ تو ایسا ہے کہ اگر ایک نیکی ہوگی تو اس کو کئی گنا بڑھا دے گا۔ نہ صرف یہ بلکہ خاص اپنے خزانہ فضل سے بہت بڑا اجر دے گا۔

آیت نمبر 41 بہت اہم ہے۔ یہ اُس شہادت علی الناس سے متعلق ہے جس کا ذکر سورۃ البقرۃ میں آیا کہ اے مسلمانو! تمہیں شہداء علی الناس بنایا گیا ہے جیسے کہ نبی تم پر شہید تھے۔ یعنی نبی نے تم پر شہادت دی۔ نبی قیامت کے دن کھڑے ہو کر کہیں گے اے اللہ! میرے پاس جو دین آیا تھا میں نے ان تک پہنچا دیا' اب یہ ذمہ دار ہیں کہ انہوں نے آگے پہنچایا یا نہیں۔ اور تمہیں قیامت کے دن کھڑے ہو کر یہ بات کہنی ہے کہ اے اللہ! ہم نے اپنے زمانے کے لوگوں تک تیرا دین پہنچا دیا تھا۔ اب اس کے بعد جو بھی طرزِ عمل ہے یہ اس کے لیے جواب دہ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ الٹا وہ ہمارے اوپر مقدمہ کریں کہ اے اللہ ان بدبختوں نے ہمیں دین نہیں پہنچایا' یہ خزانے کے سانپ بن کر بیٹھے رہے ہیں۔ یہ تو ایک رخ ہے۔ لیکن جس کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگ گئی اُس پر تو بہت بھاری بوجھ آ پڑا۔ اب قیامت کے روز کیا صورت حال ہوگی جب ہم ہر اُمت میں سے ایک شہید کھڑا کریں گے۔ وہ کون؟ اُن کا نبی و رسول' جس نے اُن کو دعوت پہنچائی تھی۔ اور اے نبی ﷺ آپ کو ہم اِن لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ یعنی آپ کو کھڑے ہو کر کہنا ہوگا کہ اے اللہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ تو یہ ہوگی اپنی ہی قوم کے خلاف گواہی۔ دیکھا آپ نے یہاں بھی حرف علیٰ استعمال ہوا ہے جو ہمیشہ مخالفت کے لیے آتا ہے۔ ہم توقع لیے بیٹھے ہیں کہ ہمیں تو شفاعت ملے گی میٹھی میٹھی مگر یہاں معاملہ کڑوا ہے۔ پیغمبر کہیں گے اے اللہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں میں دین دے کر گیا تھا' ان کا کام تھا دین پھیلانا مگر انہوں نے تو دین چھوڑ دیا۔ ایسی صورت میں نبی شفاعت کریں گے یا اُن کے خلاف مقدمہ دائر کریں گے؟ ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ ”اور کہیں گے رسول کہ اے اللہ! میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا تھا۔“

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ انہوں نے عرض کیا حضور ﷺ! کیا میں آپؐ کو سناؤں؟ آپؐ پر تو یہ نازل ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں لیکن مجھے کسی دوسرے سے سن کر زیادہ حظ حاصل ہوتا ہے۔ اس پر انہوں نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی۔ آپؐ اور آپؐ کے دوسرے ساتھی سن رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گردن جھکائے پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ تو حضور ﷺ فرمانے لگے ”حَسْبُكَ حَسْبُكَ“ بس کرو! بس کرو! عبداللہ بن مسعودؓ نے سر اٹھا کر دیکھا تو حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس احساس کے ساتھ کہ مجھے اپنی قوم کے خلاف گواہی دینا پڑے گی۔ یہ تو بہت سخت مرحلہ ہوگا۔

اس دن کافر اور وہ لوگ جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی تھی' خواہش کریں گے کہ کسی طرح زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دفن ہو جائیں اور انہیں نسیاً منسیا کر دیا جائے۔ وہ لوگ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

فرمانِ نبویؐ

اللہ کا کنبہ

چودھری رحمت اللہ بٹر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ)) (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ ہے جو اس کی مخلوق سے نیک سلوک کرتا ہے۔“

دار المطالعہ ... نمبر 29/8/05 ... ماڈل ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان

تاریخ پاکستان کا طالب علم اگر گزشتہ نصف صدی کو انتہائی باریک بینی سے کھنگالے یا آج کے حالات کا بغور جائزہ لے تو اُسے حالات میں کوئی بڑا فرق و تفاوت محسوس نہیں ہوگا۔ کسی خاص طبقے کو الزام دیے بغیر ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ پاکستانیوں کے سیاسی‘ سماجی اور معاشی حالات میں ابھی تک کوئی خوشگوار تبدیلی نہیں لائی جا سکی۔ شاید کسی کو چمکتی ہوئی بڑی گاڑیوں‘ بلند و بالا عمارات اور وسیع و عریض بنگلوں سے دھوکا ہو کہ عوام کی معاشی حالت ترقی اور آسودگی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ سیاسی جماعتوں کی غوغا آرائی کو سیاسی بالغ نظری سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا ہے‘ نہ ہی سال میں ایک آدھ بار گورنر ہاؤس میں فوٹو گرافروں کا مجمع لگا کر پچاس جوڑوں کی سرکاری امداد کو یا کسی نو دولتیے کی خیرات پر شادی کروا دینے کو سماجی انقلاب قرار دیا جا سکتا ہے۔

کسی ملک میں بے شک چاہے کوئی بادشاہ دربار لگا کر حکمرانی کر رہا ہو یا کوئی فوجی آمر اپنی چھڑی بغل میں دبائے ایوانِ صدر پر قابض ہو‘ لیکن اگر عوام کو انصاف مہیا ہو اور وسائل کی تقسیم پر اپنے اور غیر میں فرق نہ کیا جاتا ہو تو یہ نظامِ حکومت عالمی سطح پر غیر جمہوری ہونے کے باعث خواہ کتنا ہی قابلِ مذمت اور قابلِ نفرت سمجھا جاتا ہو‘ لیکن وہاں کے عوام میں امن اور سکون کی عمومی کیفیت ہوگی‘ اِس لیے کہ اُنہیں کم از کم دو تہائی بنیادی انسانی حقوق تو حاصل ہیں!

بدقسمتی سے اہلِ پاکستان کے سیاسی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنہیں معاشی اور معاشرتی حقوق سے بھی محروم کر دیا جائے۔ اِس ڈاکہ زنی میں سول اور ملٹری بیورو کریسی کو جاگیرداروں اور وڈیروں کا مکمل تعاون حاصل رہا ہے۔ یہ گروہ سانپ بن کر خزانے پر کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ عام پاکستانی پچاس سال پہلے بھی سرکاری دفاتر کے چکر لگاتا اور کچہریوں میں ذلیل و خوار ہوتا تھا‘ آج بھی اُس کی یہی حالت ہے۔ اِس باطل اور مکروہ نظام کی بدولت اخبارات بے روزگار نوجوانوں اور بے کس و مجبور والدین کی خودکشی کی خبروں سے بھرے پڑے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے دروازے غرباء پر بند کر دیے گئے ہیں‘ کیونکہ تعلیمی ادارے حقیقت میں انتہائی منافع بخش کاروباری ادارے بن چکے ہیں۔ وہاں علم فروشی منظم انداز میں ہو رہی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ سرکار خود ’سیلف فنانس‘ جیسی سکیموں کے نام پر علم فروشی کے مکروہ کاروبار میں ملوث ہے۔ گویا سرکار کی جانب سے کھلا اعلان ہے کہ حصولِ علم فقط امراء کے لیے مختص کر دیا گیا ہے۔ اِس کی مثال شاید دنیا میں کہیں اور نہ ملے کہ حکومت نے اپنے عوام کو یوں طبقات میں تقسیم کر دیا ہو۔

صحت انسانی زندگی کا بنیادی مسئلہ ہے۔ وطن عزیز میں اس مسئلہ سے نمٹنے کے لیے بھی یا تو وہ ہسپتال ہیں جن پر فائیو سٹار ہوٹل کا گمان ہوتا ہے وہاں زندگی کی ہر سہولت میسر ہے ڈاکٹرز اور عملہ بھی چاق و چوبند ہے‘ لیکن عام پاکستانی اپنی کئی ماہ کی کمائی سے بھی وہاں ایک رات نہیں گزار سکتا۔ یا پھر سرکاری ہسپتال ہیں جہاں غریبوں کو دھکے کھانے پڑتے ہیں‘ اور ڈاکٹروں اور عملے کی ڈانٹ ڈپٹ سننی پڑتی ہے‘ جہاں غلاظت اور جعلی دوائیاں صحت کی بجائے بیماری کا باعث بن رہی ہیں۔ وہ ممالک جہاں کافر اور ملحد قوم میں بستی ہیں‘ وہاں اگر کسی سے زیادتی ہو جائے تو وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ (باقی صفحہ 9 پر)

...خلافت کی بناء‘ دنیا میں ہو پھر استوار
...کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

...روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 14 — شمارہ 31
25 تا 31 اگست 2005ء
19 تا 25 رجب المرجب 1426ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
...رقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو‘ لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بالِ جبریل کی نویں غزل

مٹا دیا مرے ساقی نے عالمِ من و تو! پلا کے مجھ کو مئے لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا ھُــوْ
نہ مے نہ شعر نہ ساقی نہ شورِ چنگ و رباب سکوتِ کوہ و لبِ جوئے وللۂ خود رُو!
گدائے میکدہ کی شانِ بے نیازی دیکھ پہنچ کے چشمۂ حیواں پہ توڑتا ہے سبو!
مرا سبوچہ غنیمت ہے اس زمانے میں کہ خانقاہ میں خالی ہیں صوفیوں کے کدو!
میں نو نیاز ہوں مجھ سے حجاب ہی اولیٰ کہ دل سے بڑھ کے ہے میری نگاہ بے قابو!
اگرچہ بحر کی موجوں میں ہے مقام اس کا صفائے پاکیٔ طینت سے ہے گہر کا وضو!
جمیل تر ہیں گل ولالہ فیض سے اس کے! نگاہِ شاعرِ رنگیں نوا میں ہے جادو!

1۔ اِس بے نظیر مطلع کے دوسرے مصرع میں "لَآاِلٰــہَ اِلَّا ھُوَ" سورۂ حشر کی اِس آیت سے ماخوذ ہے: "ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ"۔ یعنی اللہ وہ ذات پاک ہے جس کی صفت یہ ہے کہ اس کے سِوا اِس ساری کائنات میں اور کوئی "اِلٰہ" یعنی معبود و مسجود نہیں ہے۔

پہلی بات غور طلب یہ ہے کہ "اِلٰہ" صرف ایک ہے اور وہ "اللہ" ہے یعنی الٰہ اور اللہ باہم مترادف ہیں۔ اللہ ہی اِلٰہ ہے اور اِلٰہ ہی اللہ ہے۔

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ کے سِوا کسی کا وجود ذاتی یا اصلی یا حقیقی نہیں ہے۔ یعنی اس کے علاوہ حقیقی معنی میں اور کوئی موجود نہیں ہے۔

اب شعر کا مطلب واضح ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ جب مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ لَا موجُود اِلّا ھُــوَ، تو میں اور تُو کا امتیاز خود بخود زائل ہو گیا۔ یہ شعر وحدت الوجود کا مسلک ہے جو حضرت مجددّ الف ثانی نے اختیار کیا ہے۔

2۔ جو شخص اِس حقیقت سے آگاہ ہو چکا ہو کہ "لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" وہ دنیا کے کھیل تماشوں اور تفریحات' شراب' شعر' عورت اور طاؤس و رباب میں قلبی تسکین حاصل نہیں کر سکتا' لیکن جس کی نگاہ' دلِ وجود کو چیر کر حقیقت کو دیکھ چکی ہو' جسے یقین کی حد تک معلوم ہو چکا ہو کہ اللہ کے سِوا کوئی معبود نہیں' جو توحیدِ خالص پر ایمان لے آیا ہو' اُسے سکوتِ کوہ (پہاڑ کی خاموشی) لبِ جُو (دریا کے ساحل) اور لالۂ خودرُو (لالۂ صحرائی)' غرض کہ ہر شے میں اُسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔

3۔ جو لوگ مے خانۂ یثرب کی شرابِ طہور کا ایک جام بھی پی لیتے ہیں' اُن کے اندر اِس درجہ بے نیازی کی شان پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اگر کسی وقت چشمۂ حیواں (آبِ حیات) کے کنارے پہنچ جاتے ہیں' تو اُس کے پینے کی آرزو ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتی' بلکہ وہ اپنی شانِ بے نیازی کا ثبوت دینے کے لیے اپنا "سبو" بھی توڑ دیتے ہیں۔

4۔ اقبال کہتے ہیں کہ آج کل خانقاہوں میں بس مجاور باقی رہ گئے ہیں' جنھوں نے جمعراتیں اپنے نام باقاعدہ الاٹ کرا رکھی ہیں۔ اِن خانقاہوں میں جو نام نہاد صوفی اللہ ہُو' اللہ ہُو کرتے رہتے ہیں' اُن کے کدو (کوزۂ شراب) خالی ہیں۔ لہٰذا میرا سبوچہ غنیمت ہے' یعنی میرا کلام اُن حقائق و معارف سے لبریز ہے جو کسی زمانے میں صوفیاء کے قلب و نظر اور اُن کی خانقاہوں سے حاصل ہوتا تھا۔ اب چونکہ خانقاہوں میں اسلاف پرستی کے سِوا اور کچھ نہیں ہے' اس لیے میرے کلام کو غنیمت جانو۔ جاہل صوفیوں کی صحبت میں تضیع اوقات سے یہ بہتر ہے کہ خلوت میں میرے کلام کا مطالعہ کرو:

اگر ہو شوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم
فغانِ نیم شبی' بے نوائے راز نہیں

5۔ شاعر اپنے محبوب سے خطاب کرتا ہے کہ میں ابھی نیاز مندی (اطاعت) کے رنگ میں پختہ نہیں ہُوا ہوں' اس لیے مناسب ہے کہ تُو ابھی مجھ سے پردہ کر۔ بے حجابانہ میرے سامنے نہ آ۔ میرا دل تو قابو سے باہر ہے ہی' لیکن میری نگاہ میرے دل سے بھی زیادہ بے قابو ہے۔ میں ڈرتا ہوں' مبادا مجھ سے تیری جناب میں کوئی گستاخی سرزد ہو جائے اور اس کی پاداش میں تُو مجھے راندۂ درگاہ کر دے۔ اس شعر سے محبوبِ مجازی بھی مُراد ہو سکتا ہے اور محبوبِ حقیقی بھی۔ یہ بالکل حافظ اور جامی کا رنگ ہے۔

6۔ موتی اگرچہ سمندر کی موجوں میں رہتا ہے' لیکن سمندر کے پانی کی بجائے اپنی پاکی طینت کی صفائی سے وضو کرتا ہے۔ چونکہ اُس کی فطرت پاکیزہ ہے اس لیے وہ سمندر میں رہنے کے باوجود' سمندر کی کثافت اور تلخی اور عفونت اور غلاظت سے اپنے آپ کو آلودہ نہیں کرتا۔ اسی طرح جو لوگ بالطبع نیک اور متقی ہیں' وہ بدکاروں کے ساتھ اور ناپاک ماحول میں بھی اپنی نیکی اور پاکیزگی کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔

7۔ فطری شاعر کی نگاہ میں ایسا جادو پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کی نگاہ کے فیض سے گل ولالہ زیادہ خوبصورت معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس لیے کہ شاعر کی آنکھ عام آدمیوں کی آنکھ سے زیادہ قوی اور تیز ہوتی ہے' اس لیے اس کو گل ولالہ میں وہ خوبیاں نظر آ جاتی ہیں جو عام آدمیوں کو نظر نہیں آ سکتیں۔

نفسِ انسانی اور خیر و شر کی کشمکش

بحوالہ سورۃ الشمس

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب کے 12 اگست کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

ہم خطاباتِ جمعہ میں تیسویں پارے کے نصف آخر کا ترتیب سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ آج ان شاء اللہ سورۃ الشمس ہمارے زیرِ مطالعہ رہے گی۔ یہ مکی سورت ہے اور پندرہ آیات پر مشتمل ہے۔ اس میں بڑا صوتی آہنگ (Rhythm) ہے۔ اس کی ابتدائی آٹھ آیات میں سات قسمیں ہیں' یعنی سات چیزوں کی قسمیں کھائی گئیں' ان چیزوں کی بھی اور ان کے متعلقات کی بھی۔ قرآن میں قسموں سے اصل مقصد کسی دعویٰ کے ثبوت میں کسی شے کو بطور گواہ کے پیش کرنا ہوتا ہے۔ اس سورۃ میں جو قسمیں کھائی گئی ہیں' وہ متضاد اور متقابل چیزوں کی ہیں۔ سورج اور چاند ایک دوسرے کے متقابل ہیں' رات اور دن ایک دوسرے کے متقابل اور متضاد ہیں۔ آسمان اور زمین کو متقابل بھی سمجھئے اور متضاد بھی۔ ایک رفعتوں کا عظیم مظہر اور ایک پستی کی علامت ہے۔ اسی طرح نفس انسانی کی دو کیفیات' فجور اور تقویٰ کے حوالے سے بھی قسم کھا کر ایک بات کو واضح فرمایا گیا۔

تمہید کے طور پر ایک بات اور نوٹ کر لیجیے۔ سورۃ الشمس کے بعد سورۃ اللیل ہے اور پھر سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح ہے۔ یہ چار سورتوں کا ایک عجیب گروپ ہے جو باہم بہت مربوط ہے۔ ان میں سے پہلی تین سورتوں میں قسمیں موجود ہیں۔ سورۃ الشمس میں سات چیزوں کی قسمیں کھائی گئیں۔ سورۃ اللیل میں کم ہو کر تین قسمیں رہ گئیں' سورۃ الضحیٰ میں دو قسمیں ہیں۔ ان سورتوں میں مشترک بات یہ ہے کہ نور و ظلمات اور متضاد اشیاء کو نمایاں کیا گیا ہے۔ گویا ان چار سورتوں کو "چہار سورۂ نور و ظلمت" بھی کہا جا سکتا ہے۔

آیئے سورہ کا آغاز کرتے ہیں۔ یہاں بھی متضاد چیزیں رات اور دن' اُجالا اور اندھیرا کے حوالے سے قسمیں کھا کر ایک مضمون کو بیان کیا جا رہا ہے۔ ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا۝﴾ "قسم ہے سورج کی اور دھوپ کے چڑھنے کی"۔ یعنی جب دھوپ پھیل جائے۔ ضحیٰ کا وقت چاشت کا وقت ہوتا ہے' اس وقت خوب روشنی پھیل جاتی ہے اور دن منور ہو جاتا ہے۔ ﴿وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا۝﴾ "اور قسم ہے چاند کی جب آئے وہ سورج کے پیچھے"۔ یہ ساری چیزیں ہمیں جس طریقے سے نظر آتی ہیں' یعنی انسان کرۂ ارض پر رہتے ہوئے ان چیزوں کو جس طرح محسوس کرتا ہے قرآن مجید نے ان کو اسی طرح نمایاں کیا ہے۔ دن کا اُجالا ختم ہوتا ہے تو رات کا وقت شروع ہوتا ہے۔ چاہے دن کے وقت چاند اپنی جگہ موجود ہو لیکن ہمیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ سورج گیا تو چاند آیا۔

﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا۝﴾ "اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو جائے"۔ ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا۝﴾ "اور رات کی جب اسے ڈھانپ لے"۔ دیکھیے سورج اور چاند سے بھی نور و ظلمات کی طرف اشارہ تھا۔ سورج کی اپنی ایک شان ہے اور چاند اس کے متقابل ہے۔ روشنی دونوں میں ہے' لیکن سورج کی روشنی میں حدت اور تمازت ہے جبکہ چاند کی روشنی میں ٹھنڈک ہے۔ یہ متقابل چیزیں ہیں۔ اسی طرح دن اور رات ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔

انہی متضاد چیزوں میں آگے اضافہ فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا۝﴾: "اور قسم ہے آسمان کی اور جیسا اسے بنایا"۔ یعنی اس کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔ ذرا نگاہ ڈالو آسمان کی طرف! کیسے بغیر ستونوں کے کھڑا ہے۔ وہ خالق جس نے آسمانوں کو پیدا کیا اس کی خلاقی کا اندازہ کرو۔ اُسی نے کل عالم کو پیدا کیا۔ آسمان اصل میں پورے عالم کے لیے ایک استعارہ ہے۔

﴿وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا۝﴾ "اور قسم ہے زمین کی جیسا کہ اُسے پھیلا دیا"۔ یعنی ایک طرف آسمان کی رفعتیں ہیں' بلندیاں ہیں اور دوسری طرف زمین کی پستی ہے۔ یہاں یہ بھی اشارہ ہے کہ زمین میں ہماری ضروریات کا سارا سامان موجود ہے۔ ہمارے لیے زندگی گزارنے کی تمام سہولتیں موجود ہیں' نقل و حرکت اور آنا جانا ہے۔ اس پھیلی ہوئی زمین میں اپنا مکان تعمیر کرنا' اس میں محلے آباد کرنا' اس کے اندر سڑکوں کا جال بچھانا' اس میں ریلوے کا نظام قائم کرنا' اس میں نہری نظام نکال کر آبپاشی کا معاملہ' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ضرورت کا یہ سب سامان اس میں پھیلا دیا ہے۔

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا۝﴾ "اور قسم ہے نفسِ انسانی کی اور جیسا کہ اس کو سنوارا"۔ انسانی نفس بھی اللہ تعالیٰ کی خلاقی کا ایک عظیم نمونہ اور مظہر ہے۔ اس کے اندر جو پوٹینشلز ہیں' جو رجحانات ہیں' جو امکانات ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر جو کچھ ودیعت کر دیا ہے وہ بہت عجیب ہے۔ ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۝﴾ "اور پھر سمجھ دے دی اس کو بدی کی (یا ڈھٹائی کی) اور پرہیزگاری کی"۔ اسی نفس کے اندر اللہ تعالیٰ نے سمجھ رکھی ہے الہامی طور پر بدی اور تقویٰ کی۔

نفس کے حوالے سے ایک بات سمجھ لیجئے کہ ایک حدیث کے مطابق: ((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ)) "ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے"۔ ((فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْ يُمَجِّسَانِهِ اَوْ يُنَصِّرَانِهِ)) "یہ تو اس کے والدین ہیں جو اس کو مجوسی' نصرانی یا یہودی بنا لیتے ہیں"۔ یا بعض احادیث کی رو سے شیطان اسے بہکاتا ہے اور اللہ سے سرکشی پر آمادہ کرتا ہے۔

نفس تو اصلاً فطرت پر قائم ہے' لیکن اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے الہامی طور پر دونوں پوٹینشلز رکھ دی ہیں' خیر کی طرف جانے کی بھی اور شر کی طرف جانے کی بھی۔ الہام کہتے ہیں غیر محسوس طریقے پر کوئی چیز ذہن میں ڈال دینا۔ جانوروں کے اندر جو جبلی ہدایت ہے وہ بھی ایک اعتبار سے الہامی ہے۔ جانوروں کو معلوم ہے کہ انہوں نے زندگی کیسے گزارنی ہے' کیا کھانا ہے' غذا کہاں سے حاصل کرنی ہے' کن چیزوں سے بچنا ہے۔ زندگی کے سارے تقاضے جبلی طور پر ان کی فطرت میں داخل ہیں۔ انہیں اس کے لیے کسی سکول میں ٹریننگ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں کوئی سکھانے والا نہیں ہے۔

اسی طرح اس نفس کے اندر اللہ نے سمجھ رکھ دی ہے فجور یعنی بغاوت اور سرکشی کی بھی اور تقویٰ کی بھی۔ اس میں سرکشی کا رجحان بھی موجود ہے اور اس کے اندر اللہ کی قائم کردہ

حدود میں رہتے ہوئے بچ کر چلنے کا رجحان بھی موجود ہے۔
چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: ''اوّل تو اجمالی طور پر عقل سلیم اور فطرتِ صحیحہ کے ذریعہ سے بھلائی اور برائی میں فرق کرنے کی سمجھ دی۔ پھر تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبانی خوب کھول کھول کر بتلا دیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ پرہیزگاری کا ہے۔ اس کے بعد قلب میں جو نیکی کا رجحان یا بدی کی طرف میلان ہو' ان دونوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے ......'' عقل سلیم یا فطرتِ سلیمہ وہ شے ہے جو پہچانتی ہے کہ نیکی اور بدی کیا ہے۔ یہ وہی ہے جسے ہم کہتے ہیں کہ میرا ضمیر ملامت کر رہا ہے۔ ضمیر کی کسک محسوس ہوتی ہے۔ ضمیر بیک وقت دونوں کام کر رہا ہے۔ خیر کا کام کریں' کسی غریب کی مدد کریں تو اندر سے شاباش ملتی ہے۔ ایک ایسی راحت حاصل ہوتی ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ اور کسی کے ساتھ زیادتی و ظلم کریں' ناانصافی کریں تو چاہے آپ اپنی زبان اور طلاقتِ لسانی سے دوسروں پر واضح کریں کہ میں ہی حق پر ہوں' میں نے ظلم نہیں کیا' لیکن اندر سے آپ کا ضمیر بتا دے گا کہ زیادتی تمہاری ہے۔

بہرحال اللہ نے انسان میں احسن تقویم تک پہنچنے کی بھی استعداد و صلاحیت رکھی ہے۔ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ (التین) دوسرے لفظوں میں ''فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا' مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ'' کے مصداق انسان میں پوٹینشل موجود ہے کہ تقویٰ کے رخ کو اختیار کرے تو فرشتوں سے آگے اس کا مقام ہے۔ لیکن اگر فجور کے رستے پر چلے گا' اللہ سے بغاوت اور طغیانی کی روش اختیار کرے گا تو حیوانات سے بھی بدتر ہے۔ ازروئے الفاظ قرآنی: ﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ﴾ ''ہم نے اس کو لوٹا دیا نچلوں میں سب سے نچلا''۔ یہ دونوں انتہاؤں پر جا سکتا ہے' اس کے اندر استعداد موجود ہے اور یہ استعداد اللہ نے رکھی ہے' یہ انسان کی خود حاصل کردہ نہیں ہے۔

اللہ نے یہ استعداد امتحان کے لیے رکھی ہے۔ اللہ نے یہ جو کائنات کی بساط بچھائی' انسان کو پیدا کیا' یہ سب اس کے امتحان کے لیے ہے۔ امتحان میں اگر دونوں طرح کے اختیارات نہ ہوں تو پھر کس چیز کا امتحان اور کیا جزا اور کیا سزا! لیکن وہ اختیار بھی اللہ کے اختیار کے تابع ہے' آزاد نہیں ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ان دو راستوں پر اختیار دیا ہے کہ تم ان میں سے جس پر چاہو چلو۔ ﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ (الدھر:3) چاہو تو اللہ کے شکر گزار بن جاؤ۔ مانو کہ واقعی اللہ ہے اور پھر اس کی بات ماننا شروع کر دو۔ فطرتِ سلیمہ کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اپنے رب کو پہچان کر اس کی بندگی کرے' اس کی بات مانے' اس سے محبت رکھے' اس کی غلامی کرے' اس کا وفادار بن کر رہے۔ جبکہ دوسرا راستہ یہ ہے کہ چاہو تو ناشکرے بن جاؤ! تمہیں اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا' لیکن تمہیں یہ صلاحیت بھی دی ہے کہ تم فرعون بن کر اللہ کا انکار کر دو۔ اگرچہ اس دنیا میں اللہ نے چھوٹ دی ہے' لیکن وہ جہاں چاہے اس پر پابندی بھی لگا سکتا ہے۔ کس کو کب تک چھوٹ دینی ہے یہ بھی اس کا اختیار ہے۔ کہاں کس کو روک دینا ہے یہ بھی اس کو اختیار ہے۔ یہاں تک تو تھیں قسمیں جن کا ذکر ہوا۔ اب جس بات پر قسم کھائی گئی' وہ آگے آ رہی ہے۔ فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾ ''کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا''۔ اس نفس کا ذکر ہو رہا ہے جس میں دونوں استعدادات موجود ہیں' اِدھر بھی جا سکتا ہے اُدھر بھی جا سکتا ہے۔ جس نے بدی کی طرف جانے والے رجحانات پر کنٹرول کیا اور خیر و تقویٰ کے رجحانات کو فروغ دیا وہ کامیاب ہوا۔ ﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾ ''اور ناکام و نامراد ہوا وہ شخص جس نے اس نفس کو خاک آلود کر دیا''۔ وہ نورِ فطرت جو انسان کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا' اسے اگر گناہوں کے اندر دفن کر دیا تو یہ سب سے بڑی ناکامی ہے۔ یہاں بیان کی گئی قسموں کا اصل حاصل ناکامی اور کامیابی کا یہ معیار واضح کرنا ہے۔

تزکیہ سے کیا مراد ہے؟ علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ ''نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوتِ شہویہ اور قوتِ غضبیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعتِ الٰہیہ کا تابعدار بنائے' تاکہ روح اور قلب دونوں تجلیٔ الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائیں''۔ انسان کے اندر قوتِ شہویہ بھی ہے اور قوتِ غضبیہ بھی ہے۔ یعنی کچھ چیزوں کی طلب انسان میں جبلی طور پر ہے۔ کچھ محبتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے امتحان کے لیے دل میں ڈالی ہیں' جن کا تعلق دنیا سے ہے۔ مثلاً حبِّ مال ہے' دنیا کی محبت ہے' حبِّ جاہ ہے' اقتدار و غلبہ حاصل کرنے کی خواہش ہے' دوسروں کے اوپر برتری حاصل کرنے کا جذبہ ہے۔ اسی طرح اچھا کھانے پینے کا بھی انسان کے اندر ایک شوق ہے۔ پھر عورت کی طرف رغبت ہے' جنسِ مخالف کی طرف رغبت ہے۔ ان کو لگام نہ دی جائے تو پھر یہ محبتیں شیطنت کا روپ دھار لیتی ہیں۔ اگر یہ رجحانات اور محبتیں حد سے بڑھ جائیں تو شر کی طرف لے جانے والی ہیں' انسان کو پستی کی طرف دھکیلنے والی ہیں۔ اس کے برعکس اگر انسان ان پر اپنی عقل کے ذریعے قابو پائے اور عقل کو پورے طور پر شریعت کے تابع کر دے تو اس کے نتیجے میں کیفیت یہ ہو گی کہ قلب و ذہن نورِ فطرت سے منور ہو جائیں گے' جگمگا اٹھیں گے۔ اس کیفیت کا نام تزکیہ ہے۔

عقل بھی ایک چیک لگاتی ہے۔ آپ نے دنیا میں دیکھا ہو گا کہ تہذیب اور کلچر آسمانی ہدایت کے تابع نہ بھی ہوں تو عقل ضرور چیک لگاتی ہے کہ اس دنیا میں ہمیں رہنا ہے تو ہمیں کچھ اصول بنانے چاہئیں' کچھ قوانین ہوں تاکہ ہم دوسروں کی آزادی مجروح نہ کریں' وغیرہ۔ لیکن جب عقل شریعت کے تابع نہیں رہے گی تو وہ بھی بے لگام ہو جائے گی۔ اسی طرح پستی کے رجحانات اگر حد سے بڑھ جائیں تو وہ شیطنت کی طرف جاتے ہیں۔ انہیں بے لگام چھوڑ دینا' اپنے نفس کو خاک آلود کر دینا ہے۔ اس کے نتیجہ میں قلب و ذہن میں تاریکی ہی تاریکی ہو گی۔

جس طرح نفس کے اندر خیر اور شر کی یہ جنگ ہوتی ہے اسی طرح باہر کی دنیا میں بھی اہلِ حق کی آزمائش کے لیے خیر و شر کی ایک کشمکش ابتدا سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اس کشمکش میں کبھی اہلِ حق غالب آ جاتے ہیں اور کبھی باطل کو غلبہ مل جاتا ہے۔ لیکن جس دور میں آج ہم جی رہے ہیں وہ اس اعتبار سے مشکل ترین دور ہے کہ شیطانی قوتوں کو نہ صرف غلبہ حاصل ہے بلکہ پوری مادّی قوت بھی ان کے پاس ہے اور وہ طاقت کے بل پر نوعِ انسانی کو اللہ کے دین سے منحرف کر کے شیطانی تہذیب اختیار کرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں اللہ سے بغاوت اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے۔ سیاسی سطح پر غیر اللہ کی حکمرانی' معاشی سطح پر سود اور جوئے پر مبنی نظامِ معیشت اور معاشرتی سطح پر بے حیا مادر پدر آزاد تہذیب پوری طرح اپنے پنجے گاڑ چکی ہے۔ حتیٰ کہ ستاون اسلامی ملکوں میں سے کسی ایک میں بھی اللہ کی حاکمیت قائم نہیں۔

پاکستان کے دستور میں اگرچہ قراردادِ مقاصد کی صورت میں اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن عملاً اس کا نفاذ کہیں نظر نہیں آتا' بلکہ اس کے برعکس ہر سطح پر باطل نظام کی کارفرمائی ہے۔ بجائے اس کے کہ یہاں شریعت کا نفاذ اور دینِ حق کا قیام عمل میں لایا جاتا' حال یہ ہے کہ صوبہ سرحد کی حکومت کی طرف سے حسبہ بل آیا تو پورے ملک میں کھلبلی مچ گئی کہ یہ آئین سے متصادم ہے۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ اِس وقت قرآن کی من مانی تعبیرات پیش کی جا رہی ہیں' اور جو شخص نبی اکرم ﷺ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف کی پیش کردہ قرآنی تعبیرات کو درست مانتا ہے اسے انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دے دیا جاتا ہے۔ آج اہلِ حق پر دباؤ ہے کہ وہ اُس جدید اسلام کو مانیں جو یہود و نصاریٰ کی طرف سے منظور شدہ ہو۔ عالمی ابلیسی طاقتوں کے دباؤ پر عالمِ اسلام بالخصوص پاکستان میں این جی اوز کے ذریعے اسلامی تہذیب و معاشرت کے بخیے ادھیڑنے کی منظم سازش کی جا رہی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارا حکمران طبقہ بھی غیروں کی فرمانبرداری میں مغربی تہذیب کو مکمل طور پر پاکستانی معاشرے کا حصہ بنانے کے لیے ایڑی

چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔

ان حالات میں ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ ہم دجالی تہذیب کے وضع کردہ دین کو مانتے ہیں یا اس دینِ حق کو جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہمیں عطا کیا گیا۔ نائن الیون کے فوراً بعد جیسے بحیثیت قوم ہمارے دین و ایمان کی آزمائش ہوئی تھی کہ حق کا ساتھ دیتے ہو یا باطل کا؟ اسی طرح انفرادی سطح پر ہم میں سے ہر مسلمان پر بہت جلد یہ وقت آنے والا ہے جب ہم سے پوچھا جائے گا کہ دینِ حق کو مانتے ہو یا اُس اسلام کو جو یہود و نصاریٰ کی مرضی کے مطابق تشکیل دیا گیا ہے؟ احادیث کے مطابق اس وقت دین پر قائم رہنا ایسے ہی مشکل ہو گا جیسے ہتھیلی پر انگارہ اُٹھائے رکھنا۔ ایسے حالات میں اپنے دین و ایمان کی حفاظت کا راستہ یہی ہے کہ اس دجالی تہذیب سے پوری طرح دُور رہا جائے اور ہر معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کی کامل اطاعت کو وطیرہ بنایا جائے' اس لیے کہ آخرت کی ابدی اور حقیقی کامیابی کے حصول کا یہی واحد راستہ ہے۔ اور متعدد فرموداتِ رسول ﷺ کی روشنی میں یہ بات یقینی ہے کہ آزمائشوں کے ایک نہایت سخت اور طویل سلسلے کے بعد دنیا میں بھی فتح بالآخر اہلِ حق ہی کی ہوگی۔

آخری آیات میں یہی مضمون آ رہا ہے: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا۝﴾ ''جھٹلایا تھا ثمود نے اپنی طغیانی اور سرکشی کے باعث''۔ قوم ثمود نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا۝﴾ ''جب اٹھ کھڑا ہوا ان میں ایک انتہائی شقی القلب انسان''۔ اس واقعہ کی تفصیلات قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر موجود ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام سے قوم نے مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں ایک معجزہ دکھاؤ تب ہم ایمان لائیں گے۔ قوم نے مطالبہ کیا کہ ہمارے سامنے فلاں پہاڑ سے ایک اونٹنی برآمد ہو اور وہ گابھن (حاملہ) بھی ہو۔ ان کا وہ مطالبہ پورا کر دیا گیا۔ وہ اونٹنی معجزاتی مخلوق تھی' اگر وہ کنویں کا پانی پینے لگتی تو کنواں خشک کر دیتی۔ قوم کے اندر چونکہ بغاوت تھی' وہ تزکیہ کی طرف نہیں آ رہے تھے بلکہ انہوں نے طغیانی' سرکشی اور فجور کی روش اختیار کی ہوئی تھی' لہٰذا یہ معجزہ دیکھنے کے باوجود قوم ایمان نہیں لائی۔ روایات میں ایک بدبخت شخص قذار بن سالف کا نام آتا ہے کہ اس شخص نے پوری قوم سے بیعت لی کہ دیکھو میں اس اونٹنی کو ختم کروں گا' تم سب میرا ساتھ دو۔ پھر اس نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا۝﴾ ''حالانکہ رسول نے انہیں خبردار کر دیا تھا کہ اللہ کی اس اونٹنی کے معاملے میں محتاط رہنا اور اس کے پانی پینے کا جو معاملہ ہے اس میں کوئی رکاوٹ مت ڈالنا''۔ ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا﴾ ''پس انہوں نے حضرت صالحؑ کی تکذیب کی اور اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں''۔ ﴿فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا۝﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گناہ اور سرکشی کے سبب اُن کے اوپر عذاب الٹ دیا''۔

ثمود ایک بڑی تہذیب تھی۔ یہ بڑے جفاکش لوگ تھے' اپنے دور کے فراعنہ تھے۔ لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو اس کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں اُن پر عذاب کو الٹ دیا۔ یہ قوت اللہ کے پاس رہی ہے اور ایسا نہیں ہے کہ وہ اب ختم ہو گئی ہو۔ صرف یہ ہے کہ شیطانی ابلیسی قوتوں کو جو ڈھیل دے رکھی ہے آج اس کا Climax ہے۔ بالآخر یہ شیطانی قوتیں مغلوب ہوں گی' اللہ کا عذاب ان پر برسے گا۔ وہ غالب ہے' وہی قاہر ہے۔ ﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا۝﴾ پوری قوم کو اللہ نے تباہ و برباد کیا' اور اللہ کو کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ کوئی ان کے بارے میں اس سے پوچھ سکے گا' کیونکہ کل قوت کا مالک وہ ہے۔

یہ ہے اس سورۃ کا آخری حصہ کہ اگر نفس کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو پھر قوموں کا انجام یہ ہوتا ہے' لیکن جو تقویٰ اور خیر کی روش اختیار کریں بالآخر ان کو کامیابی ملتی ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی میں شامل فرمائے۔ آمین! (مرتب: فرقان دانش خان)

پریس ریلیز

''ہمیں 14 /اگست کا دن خود احتسابی کے لیے مخصوص کرنا چاہیے!''

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا 19 /اگست کے خطابِ جمعہ کا پریس ریلیز

گزشتہ دنوں 14 /اگست کے حوالے سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا 59واں یومِ آزادی منایا گیا' جسے سرکاری سطح پر ''جشن اور عید'' کے انداز میں منایا جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ 14 /اگست 1947ء کو ہمیں اللہ تعالیٰ نے آزادی کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا' لیکن کیا 58 برس گزرنے کے بعد آج ہم آزاد قوم کہلائے جانے کا حق رکھتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے دین سے بے وفائی کی سزا کے طور پر ہم اپنی آزادی سے بتدریج محروم ہوتے جا رہے ہیں' بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ہماری آزادی اب سکڑ کر ایک نہایت مختصر گوشے تک محدود ہو چکی ہے۔ ہم کم و بیش پورے طور پر امریکہ کے غلام اور محکوم بن چکے ہیں۔ گویا ایک محکوم قوم کا ''جشن آزادی'' منانا خود فریبی ہی قرار پائے گا۔ اور یہ خود فریبی شاید ہماری نفسیاتی ضرورت ہے۔ ؏
''نہ ہو اگر یہ فریبِ پیہم تو دم نکل جائے آدمی کا!''

حکیم الامت' عہد حاضر کے عظیم ترجمانِ قرآن علامہ اقبال نے درست کہا تھا کہ ۔

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ۱۴ اگست کا دن خود احتسابی کے لیے مخصوص کیا جاتا اور اس میں زعماءِ ملت سر جوڑ کر اس امر کا جائزہ لیتے کہ پچھلے اٹھاون برسوں میں ہم نے اپنی منزل کی جانب کوئی پیش رفت کی ہے یا اپنی اصل منزل یعنی ''ایک مثالی فلاحی اسلامی ریاست کا قیام'' سے انحراف کے جرم کا ارتکاب کیا ہے؟ ہمیں جائزہ لینا چاہیے تھا کہ ہم بحیثیت مسلمان اپنے ربّ کو راضی کرنے والے راستے پر چل رہے ہیں یا معاملہ اس کے برعکس ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان 58 برسوں میں اپنی اصل منزل کی طرف پیش رفت کرنے اور انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے آزادی پر اللہ کا حق شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری اور انحراف کی راہ کو اختیار کیا ہے اور دین و ایمان کے تقاضے پورے کرنے سے مجرمانہ اعراض کیا ہے۔ اس جرم میں قوم کا ہر طبقہ شریک ہے۔ یہ ضرور ہے کہ کسی کا جرم زیادہ ہے کسی کا کم' لیکن الا ماشاء اللہ تمام ہی طبقات شریک جرم ہیں۔ ۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف!

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اس جرم کی سزا نعمتِ آزادی سے محرومی کی صورت میں یہ ملی ہے کہ غیروں کی وفاداری کا دم بھرنے کے باوجود آج دنیا میں کہیں بھی دہشت گردی کا کوئی معاملہ ہو اس کا مجرم ہمیں ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر ہم حقیقی آزادی کے خواہاں ہیں تو ہمیں قیامِ پاکستان کے وقت اللہ سے کیے گئے وعدے کے مطابق پاکستان کو مثالی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے' وگرنہ شدید اندیشہ ہے کہ اللہ کا قانونِ عذاب ہم پر پورے طور پر لاگو ہو جائے اور ہم رہی سہی آزادی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اعاذنا اللّٰہ من ذلک!!

سید جمال الدین افغانی کے دست راست مفتی محمد عبدہٗ کے شاگرد خاص

سید محمد رشید رضا

سید قاسم محمود

سید محمد رشید رضا شامی نژاد ہیں۔ آپ کا خاندان آنحضرت ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے' جیسا کہ آپ کے سید کے لقب سے بھی ظاہر ہے۔ آپ 27 جمادی الاوّل/19 ستمبر 1865ء کو طرابلس الشام (لبنان) سے تین میل دُور بحیرۂ روم کے ساحلی گاؤں قلمون میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے گاؤں کے مکتب میں قرآن مجید ناظرہ اور معمولی نوشت وخواند کی تعلیم پائی۔ اس کے بعد الفیہ ابن مالک' صحیح مُسلم اور حریری کے بعض مقامات حفظ کیے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے طرابلس کے مدرسۂ اسلامیہ میں داخل ہوئے۔

مدرسۂ اسلامیہ کے ناظم اعلیٰ شیخ حسین الجسر تھے۔ یہ شامی عالم تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی "رسالہ حمیدیہ" جو انہوں نے سلطان عبدالحمید کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ اس کتاب میں اسلام پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا تھا۔ رشید رضا نے "رسالہ حمیدیہ" کے مصنف سے عقلی اور ادبی علوم کی تحصیل کی۔ حدیث وفقہ کے لیے شیخ محمود نشابہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور عبدالغنی رافعی سے "نیل الاوطار" کا کچھ حصہ پڑھا۔ زمانہ طالب علمی میں انہیں الغزالی کی "احیائے علوم" سے بڑی دلچسپی تھی۔ حدیث کا اعلیٰ ذوق الزبیدی کی "شرح احیائے علوم" کی رہنمائی میں پیدا ہوا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد وہ عبادت وریاضت اور دعوت وارشاد میں مصروف ہو گئے۔ سب سے پہلے انہوں نے بدعات اور مولویہ سلسلے کے رقص وسرود کے خلاف آواز اٹھائی اور ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ وہ فارغ اوقات میں بیروت کے اخبار کے لیے مضامین لکھا کرتے۔ اور کبھی کبھی دل بہلانے کے لیے شعر بھی کہا کرتے تھے۔ اس اثنا میں انہیں سید جمال الدین افغانی اور مفتی محمد عبدہٗ کے رسالے "العروۃ الوثقیٰ" کے بعض شمارے مل گئے۔ ان کے مطالعے سے انہیں فکر ونظر کی نئی راہیں دکھائی دیں اور مسلمانوں کی دینی اور سیاسی بدحالی سے آگاہی ہوئی۔ اپنی تحریروں میں انہوں نے بجا طور پر اس کا اظہار کیا اور "العروۃ الوثقیٰ" کو امام غزالی کی "احیائے علوم" کے بعد دوسرا رہنما تسلیم کیا۔ اس سے انہیں سید جمال الدین افغانی سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا' لیکن اُن کے انتقال کی وجہ سے سید رشید رضا کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔ اس دوران میں مفتی محمد عبدہٗ ایک دفعہ طرابلس الشام گئے تھے' جہاں رشید رضا اُن سے مل کر اُن کے خیالات کے گرویدہ ہو گئے۔

اب انہوں نے اپنے فکروعمل کے لیے طرابلس الشام کا میدان تنگ پا کر مفتی محمد عبدہٗ کی خدمت میں قاہرہ جانے کا فیصلہ کر لیا اور رجب 1897ء میں قاہرہ پہنچ گئے۔

قاہرہ پہنچ کر رشید رضا دوسرے دن مفتی محمد عبدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں اپنا مرشد ومربی مان لیا۔ اُن کی یہ رفاقت روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ رشید رضا نے تحریک کی کہ صحیح اسلام کی دعوت اور مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ایک ہفتہ وار اخبار "المنار" جاری کیا جائے۔ اس کا پہلا شمارہ 17 مارچ 1898ء کو شائع ہوا۔ دوسرے سال کے آغاز میں یہ ماہانہ مجلّہ بن گیا اور رشید رضا کی وفات (اگست 1925ء) تک برابر نکلتا رہا۔ رسالے کا مقصد شریعت اسلامیہ اور افکار جدیدہ میں تطبیق' اور توحید خالص اور اتباع سنت کی دعوت تھی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی صلاح وفلاح پر مضامین ہوتے تھے۔ عربی مدارس کے نصاب تعلیم کی اصلاح اور جدید سائنسی علوم کی تحصیل وترغیب پر زور دیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی معاشی و سیاسی بدحالی پر تبصرے ہوتے تھے۔

اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات کی تردید اور دنیائے اسلام سے آنے والے فتاویٰ کے جوابات دیے جاتے تھے اور سب سے بڑھ کر مفتی محمد عبدہٗ کی تفسیر کے اجزا بھی "المنار" میں شائع ہوتے تھے۔ یہ رسالہ جلد ہی اسلامی دنیا کا موقر ترین علمی رسالہ شمار ہونے لگا۔ "المنار" کی اصلاحی دعوت کی بازگشت ملائیشیا' انڈونیشیا اور ہندوستان جیسے غیر عرب مسلم ممالک میں بھی سنی گئی۔ اور نواب محسن الملک' مولانا شبلی' اور اُن کے تلامذہ کے مضامین "المنار" کے صفحات کی زینت بننے لگے۔

جامعہ اسلامیہ

سید رشید رضا اتحاد عرب کے علاوہ اتحاد اسلامی کے بھی داعی اور مبلغ تھے' اس کے لیے انہوں نے تجویز پیش کی کہ خلیفۃ المسلمین کی سرپرستی میں ایک انجمن "الجامعہ الاسلامیہ" کے نام سے قائم کی جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک کتاب' ایک شریعت اور ایک زبان کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کو متحد کیا جائے اور عثمانی سلطان کی سرپرستی میں ریاست ہائے متحدہ امریکا کی طرح ریاست ہائے متحدہ اسلامیہ کا ایک وفاق بنایا جائے' جس کے تمام رُکن ممالک اپنے اندرونی نظم ونسق میں خود مختار ہوں' لیکن مصر کے قوم پرستوں نے اس کی مخالفت کی اور یہ تجویز کامیاب نہ ہو سکی۔

جمعیت الدعوۃ والارشاد

مفتی محمد عبدہٗ کی تحریک کا بنیادی اُصول عربی مدارس کے طریقۂ تعلیم اور نصاب تعلیم کی اصلاح اور قدیم وجدید خیالات کی تطبیق تھا۔ انہوں نے جامعہ ازہر کے نظام تعلیم کو عصر حاضر کے جدید تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق مرتب کرنے کی کوشش کی' لیکن علماء کے سامنے اُن کی پیش نہ گئی۔

رشید رضا جامعہ الازہر کے طریقۂ تعلیم اور نصاب کے علاوہ سرکاری نظام تعلیم پر نکتہ چینی کرتے رہتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ وہی علماء اسلام کی اچھی طرح تبلیغ کر سکتے ہیں جو قدیم و جدید دونوں علوم سے بہرہ ور ہوں۔ 1908ء میں نوجوان ترکوں نے انقلاب برپا کر کے ایک نیا آئین نافذ کیا تو رشید رضا کو ایسے دارالعلوم کے قیام کا خیال دامن گیر ہوا جس میں اعلیٰ دینی تعلیم کے علاوہ جدید سائنسی علوم کی تدریس کا بھی انتظام ہو۔ اس کے لیے انہوں نے قسطنطنیہ کا سفر کیا اور قسطنطنیہ میں سال بھر ٹھہرے رہے' لیکن حکومت نے دارالعلوم کے قیام کے لیے ایسی شرائط عائد کر دیں جنہیں وہ قبول نہ کر سکے اور وہ دل برداشتہ ہو کر قاہرہ لوٹ آئے۔ یہاں انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہ دارالعلوم قاہرہ میں قائم کیا جائے۔ چنانچہ دارالعلوم کی رسم افتتاح 3 مارچ 1912ء کو ہوئی اور اگلے دن کلاسیں جاری کر دی گئیں۔ دارالعلوم میں عرب ممالک کے علاوہ دور دراز کے مسلم ممالک' مثلاً انڈونیشیا' ملایا' ہندوستان اور چین کے طلبہ بھی تعلیم پاتے تھے' لیکن یہ دارالعلوم زیادہ دیر تک نہ چل سکا اور انگریز اور مصری حکومت کی نگاہ عتاب اُسے کھا گئی۔

سید رشید رضا کی اصلاحات

رشید رضا کے نزدیک دین اسلام کی عام اندرونی اصلاح ہی پہلا محرک ہے۔ اسلام ہی نصب العین اور غرض وغایت ہے جو کسی بھی طرح کی اصلاحات کی تکمیل کا وسیلہ ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ خالص دینی پہلوؤں کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یہ مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ اُن کی تہذیبی' معاشرتی' سیاسی' اقتصادی اور دینی زندگی پر مشتمل ہے' اس لیے جن اصلاحات کے لیے انہوں نے عمل درآمد کیا' وہ ان تمام امور پر محیط ہیں۔

سب سے پہلی اصلاح یہ ہونی چاہیے کہ شکل و صورت اور بیانیے کو بدل دیا جائے جو مسلمانوں نے دین اسلام کے مزاج وطبیعت اور اس کی قدروقیمت کے لیے بنا ہے۔ رشید رضا لکھتے ہیں: "دین اسلام میں ایک

روحانیت کا راز پوشیدہ ہے جو اس پر کار بند رہنے والوں کو اُن کے اخلاق و اعمال سے قطع نظر امداد و قوت بہم پہنچاتا ہے لیکن مسلمانوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ دین کی حقیقی قدر و قیمت اُس کے روحانی اسرار میں یا اُس کی پوشیدہ قوتوں میں نہیں ہے بلکہ وہ درحقیقت اس میں ہے کہ دین اسلام انسانوں کو ان قوانین قدرت سے روشناس کر کے دینوی اور اخروی زندگی کی سعادت کا کفیل اور ضامن ہے انہیں اِن قوانین قدرت کا جاننا اور یقین و ایمان کے ساتھ اُن کے ساتھ اُن پر کار بند ہونا بھی ضروری ہے۔ نیز مسلمانوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی تمام خوبیوں نعمتوں اور برکات سے اُن لوگوں کو محروم نہیں کرتا جو انہیں صحیح طریقوں سے تلاش کرتے ہیں خواہ وہ کرتا جو انہیں صحیح طریقوں سے تلاش کرتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر یہودی ہوں یا عیسائی۔"

"لیکن جو مشائخ و صوفیا عوام الناس کے رُوحانی پیشوا اور رہنما بن بیٹھے ہیں انہوں نے دین کو کھیل مذاق اور حصول روزگار کا ذریعہ بنا ڈالا اور ذکر الٰہی کو رقص و سرود اور قوالی سے بدل دیا۔ اُن کا ذکر تو بس نغمہ و ترنم اور جھنجھناہٹ اور گنگناہٹ ہے جس کے ساتھ کچھ نعرے بازی ہاؤ ہو اور ڈھولک اور تالیوں کی آوازیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ انہوں نے چند اشعار رٹ رکھے ہیں جو موقع بے موقع تاکتے رہتے ہیں یا اولیا کے عرس پر اور مولود شریف میں ختم قرآن کرا کر چند پارے انتہائی عجلت میں تلاوت کرتے ہیں اور اپنے اِن زریں کارناموں کے ذریعے لوگوں کے سینوں میں اس قدر جوش اور ولولہ بھر دیتے ہیں کہ کسی کو صحیح عبادات وشعائر کا خیال تک نہیں آتا۔ اسی لیے لوگوں کے دل اپنے پیروں کی گمراہی سے بھٹک جاتے ہیں اور اپنے پیروں اور دادا پیروں کی طرف مافوق الفطری کرامات اور معجزے منسوب کرتے ہیں اور ہر وقت اُن کی زندہ و مُردہ ارواح کے برکات وفیوض کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ اُن کے آستانے مقدس ومتبرک مقام بن جاتے ہیں کہ عام لوگ اُن کو اللہ کے پاس شفاعت ونجات کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اُن کے جاہلانہ رویوں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

رشید رضا نے اپنے رسالے "المنار" کے ذریعے اپنے وقت کی بدعات پر بھی خاص توجہ دلائی۔ اولیا پر غلط عقائد رکھنے کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اُن پر مضامین تحریر کیے۔ چنانچہ لوگوں نے اپنے بزرگوں مثلاً سید عبدالقادر جیلانی وغیرہ کی طرف بعض ایسے اسماء وصفات منسوب کر دیے جو صرف اللہ واحد کے لیے مخصوص تھے۔ اُن کے مقبروں پر جا کر حاجت روائی کے لیے دعائیں مانگنے لگے۔

مسجدوں کی بجائے اُن کے مقبروں کے آس پاس نماز پڑھنے لگے۔ مقبروں پر جا کر قربانیاں دینے لگے اور چڑھاوے نذر کرنے لگے۔ میلادوں اور عرسوں میں قسم قسم کی بُرائیوں اور گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔ (یہ نقشہ صرف مصر کا نہیں تمام اسلامی ملکوں کی یہی حالت ہے)

بعض بدعات ورسوم قرآن مجید کی تقدیس وتکریم کے معاملے میں حد سے تجاوز کر گئی ہیں۔ چنانچہ آیات قرآنی کو تعویذوں اور گنڈوں کا ذریعہ بنایا گیا۔ لوگوں نے بعض پتھروں میں خاص تاثیر مقرر کر کے انہیں اپنی انگوٹھیوں کی زینت بنایا اور ضعیف الاعتقادی سے اپنے گھروں کی آرائشی اشیا میں شامل کیا۔

رشید رضا ایک دفعہ مسجد الحسینی میں مصلیوں کے غیظ وغضب کا نشانہ بن گئے۔ اس مسجد کے بارے میں یہ خاص کرامت مشہور تھی کہ یہاں آنحضرت ﷺ کے نواسے حضرت حسینؓ کا سر مدفون ہے۔ رشید رضا نے مسجد میں جا کر خطبہ دیا اور کہا کہ حضرت حسینؓ کی نسبت سے مسجد کے ستونوں کو چھو کر برکت حاصل کرنے کا تصور بے سود اور بے ہودہ ہے۔ اُن کے اس بیان پر انہیں مسجد سے دھکے دے کر باہر نکال دیا گیا۔

مسلمانانِ عالم کے زوال اور پستی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ دین اسلام اپنی قرنِ اوّل کی سادگی سے دُور ہو گیا۔ چنانچہ مفتی محمد عبدہٗ اور اُن کے شاگرد رشید رضا کی بھی یہی رائے ہے کہ اسلام اپنے ابتدائی زمانے میں آسان اور سادہ دین تھا۔ عرب وعجم کے غیر مسلموں کے لیے اس کا سیکھنا اور سمجھنا اور اس کے اُصولوں پر عمل کرنا آسان اور سہل تھا اس لیے اسلام اتنی تیزی کے ساتھ پھیلا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

(جاری ہے)

بقیہ: اداریہ

ہماری عدلیہ جو 1958ء سے پی سی او زدہ ہے خود نظریہ ضرورت کے قلعے میں بند ہے لہٰذا اِس کا کام صرف اتنا رہ گیا ہے کہ غریبوں کو تاریخیں دے اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں سے حلف اٹھوائے۔

ہماری سیاست کو چالیس سال پہلے شورش کاشمیری نے تماش بینوں میں گھری ہوئی طوائفہ سے تشبیہ دی تھی۔ آج اُس میں لوٹا کریسی کا اضافہ ہو گیا ہے۔ انتخابات برادریوں کے درمیان دشمنی کو مزید گہرا کر دیتے ہیں۔ ہارنے والے کبھی شکست تسلیم نہیں کرتے اور دھاندلی کا الزام پہلے سے تیار ہوتا ہے۔ وقت کا ہر حاکم خود کو ملک وقوم کے لیے ناگزیر سمجھتا ہے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ پاکستانی معاشرے میں شاہ ولی اللہؒ کے اِس قول کا حقیقی عکس نظر آتا ہے کہ جب کسی معاشرے میں دولت کی تقسیم غیر منصفانہ اور ظالمانہ ہو تو وہ معاشرہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ عوام الناس ڈھور ڈنگر بن جاتے ہیں اور دوسرا گروہ وسائل پر قابض ہو جاتا ہے۔ عوام الناس کا فقر اُنہیں کفر کی طرف لے جاتا ہے اور امراء کی ناجائز دولت اُنہیں شیطنت پر آمادہ کرتی ہے یعنی دونوں گروہوں سے شر جنم لیتا ہے اور معاشرہ جہنم کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ ایسی صورت حال میں کوئی جزوی اصلاح کارآمد ثابت نہیں ہو گی۔ ایسا معاشرہ ایک انتہائی بوسیدہ عمارت کی مانند ہوتا ہے جس کی مرمت وقت اور پیسہ کا ضیاع ہے لہٰذا کرنے کا اصل کام یہ ہو گا کہ جڑ بنیاد سے قوم کی تعمیر نو کا کام شروع کیا جائے۔ یہ فراموش نہیں کیا جانا چاہیے کہ بوسیدہ عمارت کی تعمیر نو کا کام اگر "اولاں تعمیر را ویراں کنند" کے مصداق جڑ بنیاد سے خود شروع کیا جائے تو احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اور نقصان کا احتمال کم سے کم ہو گا۔ لیکن اگر یہ بوسیدہ عمارت ناقابل برداشت بوجھ سے خود گر جائے تو مکمل تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔

قانونی اور حقیقی مسلمان کا فرق

قیامِ خلافت کی اہمیت کے تناظر میں

شہزاد احمد خان

جب مدینہ منورہ میں اوس و خزرج دونوں عرب قبائل پورے کے پورے دائرۂ اسلام میں ادخل ہو گئے تو ان کی دعوت پر حضور اکرم ﷺ مکی مسلمانوں سمیت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور پھر وہاں مکی اور مدنی مسلمانوں پر مشتمل اسلامی حکومت کی بنیاد رکھ دی گئی' جس میں مسلمان آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے عملاً رسول ﷺ کی اطاعت کرنے لگے۔ مگر مکہ میں کچھ مسلمان ایسے بھی تھے جن کے دل و دماغ پر گھر بار' کاروبار اور رشتہ داروں کی محبت غالب آ گئی' اس لیے وہ مکہ چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے' حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جو ایمان لانے کی وجہ سے کفار و مشرکین کی دست درازیوں اور زیادتیوں کا شکار ہو چکے تھے۔ مگر بدقسمتی سے وہ ہجرت کی آزمائش میں پورے نہ اُتر سکے اور یہ انہیں گوارا نہ ہوا کہ مدینہ منورہ میں جا کر رسول اکرم ﷺ کی اطاعت پر کاربند ہو جائیں۔ ایسے ہی لوگوں کو پہلے یوں تنبیہہ فرمائی گئی:

''(اے رسولؐ!) آپ اعلان فرما دیں کہ اگر تمہیں اپنے باپ' بیٹے' بھائی اور بیویاں اور دیگر رشتہ دار' اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں' اور وہ کاروبار جس میں تمہیں نقصان کا اندیشہ ہے' اور وہ گھر جن میں تمہیں رہنا پسند ہے' اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ اور رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے عزیز تر ہوں تو پھر تم اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ اور اللہ ایسے فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔ (التوبہ:24)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اگرچہ مسلمان ہی قرار دیا مگر ساتھ ہی خبردار بھی کر دیا کہ وہ ہدایت یافتہ نہیں' بلکہ گمراہ ہو چکے ہیں اور ان کے لیے بھی آخرت میں وہی سزا ہوگی جو کفار و مشرکین کے لیے مقدر ہو چکی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

''وہ لوگ جن کی فرشتے اس حال میں جان قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے' فرشتے ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ (تم عجیب لوگ ہو' ایک طرف مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور دوسری طرف تمہیں اطاعتِ رسولؐ سے انکار بھی ہے!) وہ جواب دیتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے۔ اس پر فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی۔ کہ تم اُس میں ہجرت کر جاتے؟۔ (اس پر وہ لاجواب ہو جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا) پس اس جرم کے بدلے میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (دنیا سے) پلٹنے کی بری جگہ ہے''۔ (النساء:97)

اس کے بعد اگلی آیات میں دو قسم کے لوگوں کو اس سزا سے مستثنیٰ فرما دیا گیا ہے:

''مگر وہ مرد' عورتیں اور بچے جو اتنے کمزور ہیں کہ ان سے کوئی تدبیر بن پڑے اور نہ وہ راستے سے واقف ہوں تو قریب ہے اللہ ایسے لوگوں کو معاف کر دے اور اللہ معاف کرنے والا' بخشنے والا ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے (یعنی اس ارادے سے گھر سے نکلے کہ اللہ راضی اور خوش ہو) وہ زمین میں بہت گنجائش اور کشادگی پائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لیے گھر سے نکلے (یعنی اِس ارادے سے نکلے کہ وہ دارالسلام میں داخل ہو کر اللہ اور رسول کی اطاعت بجا لائے۔) پھر اسے موت آ لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

(النساء:98 تا 100)

ان آیات سے صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ جو لوگ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور عہدِ رسالت میں عملی اعتبار سے اطاعتِ رسول اور سبیل المؤمنین سے انکار کی روش اختیار کر لیتے ہیں ان کو قانونی لحاظ سے تو مسلمان ہی قرار دیا جائے گا اور کسی کو اجازت نہ ہوگی کہ انہیں کفار و مشرکین میں شمار کرے' مگر ایسے مسلمانوں کو خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ آخرت میں بھی وہ کامیاب ہو جائیں گے' بلکہ وہاں وہ بھی از روئے عقل و انصاف اسی انجام سے دوچار ہوں گے جو کفار و مشرکین کا ہوگا۔ یعنی اس دنیا میں تو ان کا شمار مسلمانوں میں ہوتا ہے مگر آخرت میں وہ کفار و مشرکین کے ساتھ شمار ہوں گے۔

اس وقت مسلمانوں کی کیفیت یہ ہے کہ ان میں رسولؐ کا وجود موجود ہے' نہ ہی خلیفہ موجود ہیں کہ ان کی اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تقاضے پورے کیے جا سکیں۔ گویا اس وقت اکثریت کی صورتِ حال بالکل وہی ہے جو مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے انکار کرنے والوں کی تھی' یعنی ہم ایسے مسلمان ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے انکار کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں۔

اب ہمارے لیے نجات کی واحد صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کی روش و طریقہ اختیار کر لیں جنہوں نے دارالکفر سے ہجرت کی اور دارالسلام پہنچ کر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہو گئے' یا دارالسلام کے سفر میں جاں بحق ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ نجات یا کامیابی کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو ہم دارالسلام کی منزل پر پہنچ کر سبیل المؤمنین کے راہ پیاؤں کے کارواں میں مل جائیں یا اس منزلِ مقصود کی طرف پابہ رکاب ہوں' چاہے اس سفر میں ہماری جان چلی جائے۔ ہمارے لیے چونکہ دوسری صورت قابلِ عمل ہے' کیونکہ ہمیں ابھی دارالسلام کا بھی تعین کرنا ہے' اس لیے ہمارا اپنے ملک' شہر' گاؤں یا گھر میں بے دست و پا ہو کر بیٹھے رہنا کسی اعتبار سے بھی درست نہیں اور پابہ رکاب ہونے میں سستی یا تساہل ہماری بے حسی کے سوا کسی اور حقیقت کا ثبوت فراہم نہیں کرتا۔

آج عالم اسلام کم و بیش پچپن ممالک میں بٹا ہوا ہے اور کسی ایک کا بھی دوسرے ملک سے نظریاتی یعنی اسلامی اتحاد اور ہم آہنگی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اخوت اور بھائی چارے کی بھی کوئی صورت نہیں۔ نتیجہ یہ کہ کوئی ایک مسلم ملک بھی غیر مسلموں کے خلاف کوئی بھی موثر اور مثبت اقدام کر سکتا ہے نہ کسی مسلم ملک کا مددگار بن سکتا ہے۔ ہر ایک اپنی جگہ بے بس اور مفلوج ہو کر رہ گیا ہے۔

مزید برآں اس وقت مسلمانوں کے عقیدہ و عمل میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں اور جس انحطاط کا شکار ہیں ان سب کا سرچشمہ اور منبع ایک ہی ہے' اور وہ یہ کہ ان کی سرپرستی اور نگہبانی کرنے والا نائب رسول یعنی خلیفۃ المسلمین ان میں موجود نہیں۔ امت مسلمہ کا کوئی رہنما نہیں۔ اگر کوئی زعم باطل میں مبتلا ہے تو اُمت کے افراد کے لیے اس کی اطاعت کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ جب تک اس بنیادی خرابی کا تدارک نہیں ہو جاتا ذیلی اور ضمنی خرابیوں کو ہرگز دور نہیں کیا جا سکتا۔

خلیفہ و خلافت ہی اللہ کی رسی (العروۃ الوثقیٰ) ہے جس کے ذریعے ہم ایک طرف اپنے خالق و مالک سے تعلق قائم کر کے اس کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں اور دوسری طرف مذہبی' سیاسی اور علاقائی وغیرہ ہر قسم کی فرقہ بندی کی لعنت سے نجات حاصل کر کے مسلمانوں کی یعنی اسلام کی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے' اس کی بقاء اور استحکام کا انحصار کشمیر کی آزادی پر ہے جو ابھی حل طلب مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ دوہرے نقصان کا باعث ہے۔ ایک طرف تین دریاؤں کی بندش سے ہماری زرعی آمدنی نصف سے بھی کم ہو گئی ہے اور دوسری طرف بھارت جیسے آٹھ گنا

(باقی صفحہ نمبر 13 پر)

یہ آزادی ہے یا غلامی!

محمد رضوان عرشی

ایک اور 14 اگست اپنے دامن میں کئی حسرتیں اور ناکامیاں لیے رخصت ہو گیا۔ اس سال آزادی کے 58 برسوں کا شور بپا ہوا۔ بینڈ باجے کے زور پر ڈھنڈورچیوں نے آزادی کی دھجیاں بکھیریں' کیا واقعی غلامی کا طوق ہماری گردنوں سے اتر گیا ہے؟ طوق تو کیا اترتا البتہ ہم نے مسجد میناروں' سنہرے ریشے کی سرزمین کو اس کے کروڑوں باشندوں سمیت اپنے کندھوں سے ضرور اتار پھینکا۔ ذرا اپنی حسرتوں اور ناکامیوں کا شمار تو کریں ایک طویل فہرست بنتی چلی جائے گی کیا تحریک پاکستان کے دوران کیے جانے والے عہد پورے ہوئے کیا نظریہ پاکستان اور تعمیر وطن کا خواب پورا ہو گیا حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی نظام کی منزل ہنوز دور ہے' نظام تعلیم کی کوکھ سے اخلاق و احساس سے عاری نسل تیار ہو رہی ہے' انصاف' تعلیم' علاج معالجہ' دھن دولت کی بھینٹ چڑھے ہوئے ہیں۔ سنجیدہ اور قابل فخر تخلیقات و تحقیقات کی سہولتیں ملنا تو درکنار ابتدائی' بنیادی تعلیم بھی غریب کی دسترس سے دور ہوتی جاتی ہے' قرضوں کی لعنت کے اثرات اب ہماری دانش گاہوں تک کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں۔ 58 قیمتی برسوں میں پستی ہی ہمارا مقدر رہی۔ دوسری جانب بیجنگ اور قاہرہ کانفرنسوں کے تاریک ترین ایجنڈے پر کروڑوں روپے کے اسراف سے بچے کھچے خاندانی نظام کی عمارت منہدم کرنے کا عمل جاری ہے۔ شرم و حیا کی تدفین اور فتنہ و فساد کی تحریک برپا کی گئی ہے۔ وجود زن تو حسنِ کائنات تھا یہ اسے ننگ و عار بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ادھر کشمیر' فلسطین' عراق' افغانستان میں ہر دن درندگی' بربریت اور شقاوت کی داستانیں لیے طلوع ہوتا ہے۔ انسانیت کی چھت پر ایک حشر برپا ہے لیکن حقوق انسانی کی دعویدار زبانیں گنگ ہیں' الٹا نفع و نقصان اور سود و زیاں کی بولی سننے میں آ رہی ہے مکارانہ اور تاجرانہ سیاست' ہمیں جبر ناروا سے مفاہمت سکھا رہی ہے۔ ناداروں' مفلسوں اور کمزوروں کو عالمی ساہوکاروں اور اُن کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے منحوس شکنجوں میں پھنسایا جا رہا ہے بے چارگی اور مفلسی کا شکار کھوپڑیوں پر "کالا باغ ڈیم" کو پورے ملک کی ترقی کی علامت کہا جا رہا ہے' دکھ کی بات تو یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہم اپنی حیثیت ہی فراموش کرتے جا رہے ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ قائدین ملت اور ارباب اختیار مسلسل چشم پوشی کیے اور ریت میں سر دیئے نظر آتے ہیں۔ ان کی بے حسی پر تو نوحہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔

مگر ساتھیو! کیا نوحہ اور ماتم کرنے سے حالات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ دن بدل جاتے ہیں ہماری سیاہ رات نورِ سحر میں کیونکر تبدیل ہو سکتی ہے ہم اپنے جذبوں سے' اپنے اشکوں سے اس شبستان وجود میں کس طرح لرزہ پیدا کر سکتے ہیں صرف اور صرف اس طرح کہ ہم آج سے لاتعلقی اور بے حسی کا رویہ ترک کریں ہم دنیا میں اپنی اصل حیثیت' اپنی خودی کو پہچان لیں کہ یہی خودی راز درون حیات بھی ہے۔ اور ان شاء اللہ یہی پہچان بیداری کائنات کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ اللہ کے فضل سے دنیا بھر میں بالعموم اور وطن عزیز میں بالخصوص ان مایوس کن حالات میں بھی ایمان و ایقان کی کونپلیں پھوٹ رہی ہیں اور زندگی کا احساس بیدار ہو رہا ہے۔

آیئے ہم بھی اپنی اس عظیم الشان حیثیت کا کھوج لگائیں اور جہالت کے پردے چاک کرنے کی جدوجہد میں شامل ہو جائیں۔

"بے شک علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر نہیں ہو سکتے" (القرآن) اس لیے اس امر کی اور بھی ضرورت ہے کہ ہم آزادی کے اگلے سال کے آغاز میں ہی آنے والے تربیت و احتساب کے اس مبارک مہینہ میں اپنا بھرپور جائزہ لیں۔ اس جائزہ کی روشنی میں آئندہ لائحہ عمل ترتیب دے دیں اس مقصد کے لیے رمضان المبارک سے زیادہ بہتر کوئی موقع اور نہ مل سکے گا۔ تو پھر کیوں نہ بہترین اور نفع بخش علم کے حصول کے لیے قرآن مجید سے اپنا ناطہ جوڑیں۔ یہی وہ علم ہے جو ہماری تمام انفرادی و اجتماعی بیماریوں کا علاج ہے۔ اور اس زہر کا بہترین تریاق بھی جو ہمارے رگ و پے میں اتارا جا رہا ہے۔ یاد رکھیے علم ہی وہ ہتھیار ہے۔ جس سے ہم لیس ہو کر فاسد معاشرے اور گندی تہذیب پر غلبہ پا سکیں گے۔ علم ہی قوموں کے عروج کا زینہ ہے۔ ہم آج فہم اسلام اور علم قرآن و سنت کے حصول اور بگاڑ کی اصلاح اجتماعی طور پر کرنے کا عزم کریں تو کل یقیناً حقیقی فلاح ہمارا مقدر بن سکتی ہے' آنے والی صدی اسلام کی صدی بن سکتی ہے اور ہم تاریخ کی شاہراہ پر پرچم اسلام اٹھا کر فاتحانہ مارچ کر سکتے ہیں۔ اور پھر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔

ہم بدلتے ہیں رخ ہواؤں کا
زمانہ آئے ہمارے ساتھ چلے

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات
فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

لندن میں خوف و ہراس

ایرک ایس مارگولیس

لندن کے حالیہ تاریخی بم دھماکوں کے بعد برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے پُراعتماد انداز میں یہ اعلان کیا ہے کہ ''دہشت گردی کا مقصد صرف اور صرف لوگوں کو دہشت زدہ کرنا ہے اور ہم ایسے واقعات سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔''

چار بم دھماکوں کے بعد وسطی لندن میں لوگوں کے ہجوم میں' میں نے دیکھا کہ لوگ دہشت زدہ' پریشان اور آنے والے پُرخطر حالات کے بارے میں تذبذب میں تھے' مگر کوئی بڑے پیانے پر خوف نہ تھا۔ برطانوی عوام انتہائی غیر موافق حالات میں بھی اکثر خوش وخرم رہتے ہیں اور 7/7 کو بھی ان کا یہی رویہ تھا' جو امریکہ کے 9/11 کے واقعے کا ایک چھوٹا مظاہرہ تھا۔

عین بم دھماکوں کے موقع پر میں بھی ہزاروں لندن کے باسیوں کی طرح ان زیرزمین گاڑیوں میں سوار تھا جن پر حملہ کیا گیا۔ لندن کے ایمرجنسی سروس نے کم از کم 52 لاشوں اور 700 زخمیوں کو بہترین انداز میں سنبھالا۔ اس واقعے کے بعد جھنڈے لہرا کر حب الوطنی کا کوئی ایسا مظاہرہ دیکھنے میں نہ آیا جیسا کہ 9/11 کے بعد نیویارک میں دیکھنے میں آیا تھا۔ برطانوی عوام نے اپنے آپ کو پُرسکون رکھتے ہوئے اپنے جذبات کو قابو میں رکھا اور اچھے کردار کا مظاہرہ کیا جس کے لیے وہ مشہور ہیں۔ اس پر مجھے برطانوی عوام پر بہت فخر ہے۔

بم دھماکوں نے صبح کے مصروف ترین اوقات میں لندن کو مفلوج کر کے رکھ دیا' مگر سہ پہر تک لندن کی سرخ پبلک بسیں دوبارہ تیز رفتاری سے سڑکوں پر رواں دواں تھیں اور زیرزمین سروس بھی جزوی طور پر شروع ہو چکی تھی۔ لندن کے مسلمانوں' جو شہر کی آبادی کا دس فیصد ہیں کے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائیوں یا لوگوں کی طرف سے حملوں کے آثار نہ تھے۔

برطانوی پولیس کے ایک سینئر آفیسر نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی ایسی مضبوط وجہ موجود نہیں ہے کہ ہم ''اسلام'' اور ''دہشت گردی'' کو مترادف قرار دے دیں۔ اگرچہ ٹونی بلیئر نے ان دونوں کو آپس میں مربوط قرار دیا ہے۔

برطانوی پولیس آفیسر کا بیان درست تھا۔ وہ دہشت گرد جنہوں نے 7/7 کو لندن میں حملے کیے تھے ان کا تعلق مشرق وسطیٰ' پاکستان یا برطانوی مسلمانوں سے ہو سکتا ہے مگر ان واقعات کا محرک خالص سیاسی تھا' مذہب سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔

برطانیہ کے سب سے زیادہ حقیقت پسندانہ اور متضاد خیالات کے حامی ممبر پارلیمنٹ جارج گیلووے نے کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے برطانوی اور جی 8 کے سیاستدانوں کے فوری دعوؤں کو مسترد کرتے ہوئے لندن دھماکوں کے حقائق سے پردہ اُٹھاتے ہوئے کہا ''لندن کے شہریوں نے ٹونی بلیئر کے عراق اور افغانستان میں جنگ میں شمولیت کے فیصلے کی قیمت ادا کی ہے'' ابھی تک غیر معروف ایک جماعت یورپین القاعدہ نے ان دھماکوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دھماکے درحقیقت برطانیہ کے افغانستان اور عراق پر حملے کا انتقامی جواب ہیں اور برطانیہ ایک سخت ردعمل کے بغیر دوسرے ممالک پر حملہ کرنے کی توقعات وابستہ نہیں کر سکتا۔

عراق اور افغانستان کی حکومتیں اتنی کمزور ہو چکی تھیں کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کے حملوں کی تاب نہ لا سکیں اور جلد ہی ملیامیٹ ہو گئیں۔ مگر انتقامی جذبات سے بھرپور مشرق وسطیٰ اور افغانستان کے لوگوں نے مغرب کے دوسری اقوام پر حملوں کا جواب دینے کے لیے گوریلا جنگ شروع کر دی۔ ان کے پاس کوئی جدید ترین ہتھیار تو نہ تھے اور نہ ہی کوئی منظم فوج۔ ان کا سارا انحصار صرف بموں پر تھا۔ ہم اس چیز سے دہشت زدہ ہیں کہ کوئی شخص بھی پُرہجوم ٹریفک میں معصوم شہریوں کو اپنے حملوں کا نشانہ بنا سکتا ہے۔ مگر جو انتہاپسند اور جنونی یہ حملے کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان پانچ لاکھ عراقی شہریوں کا بدلہ لے رہے ہیں جو پچھلے 10 سالوں کے دوران امریکی اور برطانوی حملوں کا نشانہ بنے تھے اور یہ تعداد یو این او کی تصدیق شدہ ہے۔ یہ حملے تو نتیجہ ہیں جب 1991ء میں ایک مجرمانہ تباہ کن حملے میں عراق کے پانی صاف کرنے کے پلانٹ کو نشانہ بنایا گیا جس کی وجہ سے گندے پانی کے استعمال سے بڑے پیانے پر ہیضہ اور ٹائیفائیڈ سے ہلاکتیں ہوئیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ حملے عراق پر قبضے اور فلوجہ شہر میں مزید ہزاروں شہریوں کو موت کے گھاٹ اُتار دینے کا نتیجہ ہیں اور یقیناً فلسطین میں بھی بڑے پیانے پر ہلاکتوں کا۔

ہم نے ٹی وی پر لندن بم دھماکوں کے خوفناک مناظر کو دیکھا مگر کچھ دن پہلے امریکی ایئرفورس کے ہاتھوں افغانستان میں تباہ ہونے والے پورے گاؤں کی کوئی خبر تک نہ تھی۔

میں کسی طور پر بھی ان دہشت گردی کے حملوں کو جائز قرار نہیں دے رہا بلکہ میں تو صرف ان واقعات کو ماضی کے تناظر میں رکھ رہا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ امریکی یا برطانوی فوج عام شہریوں کو نشانہ نہیں بناتیں' اگرچہ ایسا بارہا ہو چکا ہے اور آخر میں ''مجموعی طور پر تباہی'' کی اصطلاح استعمال کر دی جاتی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ بہت سے معصوم شہریوں کا قتل۔

جب ہم انہیں جتھوں کی شکل میں قتل کرتے ہیں' تو ان میں سے کچھ ہم پر بھی پلٹ کر حملہ کریں گے۔ اس طرح کے بدلہ لینے والوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اصولوں کے تحت لڑیں' وقت کا ضیاع ہے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ یہ انتہاپسند ہم پر اس لیے حملے کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مغربی طرز زندگی سے شدید نفرت کرتے ہیں جیسا کہ بش اور بلیئر یہ کہہ چکے ہیں' انتہائی بددیانتی ہے۔ انہوں نے ہم پر حملہ کیا ہے کیونکہ ہم ان پر حملے کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ ٹونی بلیئر نے درست کہا ہے کہ معصوم شہریوں کو قتل کرنا بربریت اور درندگی ہے۔ مگر اسی طرح افغان اور عراقی بستیوں پر بمباری کرنا فلسطینی مظاہرین کو ٹینکوں تلے کچل دینا یا ہمارے اتحادی روس کے ہاتھوں ایک لاکھ چیچن معصوم عوام کو ذبح کر دینا بھی تو بربریت اور درندگی ہے۔

لندن بم دھماکے واضح پر صدر جارج بش کی تذلیل کرنے کے لیے ڈیزائن کیے گئے تھے جس نے ''دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ'' کا اعلان کیا ہے۔ جسے اپنی دانست میں وہ تقریباً جیت چکے ہیں۔

اگر ان دھماکوں کے پیچھے اسامہ بن لادن کا ہاتھ ہے تو یہ بات واضح ہے کہ امریکہ کو اس کے جرائم کی سزا دینے والے ابھی تک زندہ ہیں اور وہ انتہائی خطرناک ہیں۔ مگر نسبتاً کم انسانی جانوں کا ضیاع اور محدود پیانے پر تباہی یہ اشارہ کرتی ہے کہ اسامہ بن لادن کا کام نہیں ہے بلکہ اسی سوچ کی حامل کسی نئی انتہاپسند جماعت کا کام ہے۔

شرمناک انداز میں یہ دھماکے ٹھیک ٹونی بلیئر کی اولمپک کمیٹی کو پُراعتماد یقین دہانی کے فوراً بعد وقوع پذیر ہوئے جب ٹونی بلیئر نے یہ کہا کہ برطانیہ کی سکیورٹی انتہائی مضبوط ہے۔

بمبار دہشت گردوں کا تعلق یورپ کی مضبوط 20 ملین مسلمان آبادی سے بھی ہو سکتا ہے یا وہ مشرق وسطیٰ یا پاکستان سے تعلق رکھنے والے پُرانتقام اور انتہاپسند برطانوی نوجوان بھی ہو سکتے ہیں۔

ہم یہ حقیقت بھی جانتے ہیں کہ برطانیہ کی اگلی

اجنس M15 کے سربراہ نے وزیر اعظم ٹونی بلیئر سے یہ کہا ہے کہ عراق میں مسلح افراد کی ایک نئی نسل پروان چڑھ رہی ہے جو کہ افغانستان کے سابقہ کردار کی جگہ لے لے گی۔ سی آئی اے نے بھی پچھلے مہینے اسی قسم کی خبر دی تھی۔ دوسرے الفاظ میں عراق پر امریکی حملہ جسے اب بش یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے تھا' اس حملے نے پہلے سے بھی کہیں زیادہ مسلح انتہا پسندوں کو اُٹھ کھڑا کیا ہے۔

القاعدہ' اب ایک چھوٹی سی الگ تھلک جماعت کے دائرے سے نکل کر ایک مضبوط' فعال تحریک کی شکل اختیار کر گئی ہے جس کی طاقت اور خطرہ مسلسل بڑھتا جا رہا ہے۔

پس 7/7 کا یہ خونی ہفتہ G8 کانفرنس کے ممالک سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی ترجیحات پاپ سٹار مذہبی تحریکوں کے ذریعے افریقہ کو بچانے کی بجائے مغربی طاقتوں کی توجہ عراق' فلسطین اور افغانستان کے ان بارود بھرے گھروں کی طرف مبذول کرائیں جن کے اندر اب مغرب کے خلاف تشدد اور انتہا پسندی کے بیج نمو پا رہے ہیں۔

بقیہ: قانونی اور حقیقی مسلمان کا فرق

بڑے دشمن سے محاذ آرائی کے نتیجہ میں ہمارے ملک کے دفاعی اخراجات دوگناہ ہو گئے ہیں۔ اس طرح سالانہ بجٹ میں مسلسل خسارے کی وجہ سے پاکستان کی بقا اور آزادی سخت خطرے میں پڑ گئی ہے۔ پس مسئلہ کشمیر ہی ہماری ساری مشکلات اور پریشانیوں کا اصل سبب ہے اور اس مسئلہ کا حل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خلافتِ اسلامیہ کا صحیح معنوں میں قیام عمل میں نہ آ جائے۔ خلافت دنیا بھر کے مسلمانوں کے ایک نظام کے تحت' ایک مرکز سے وابستہ و پیوستہ رہنے سے عبارت ہے۔ صفحہ ہستی پر آج ایک ارب پچیس کروڑ مسلمان موجود ہیں اور پیداوار کے ستر فیصد وسائل کے مالک ہیں اور بدقسمتی کی انتہا یہ ہے کہ اپنے ملکوں' اپنی حکومتوں اور اپنے گھروں کے اندر بے بس ہو کر رہ گئے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان میں جمعیت اور اتفاق نہیں۔ اور جمعیت اور اتفاق خلافت کی بحالی کے بغیر ناممکن ہے۔ آخر کب تک ہم غیروں کی دریوزہ گری کے سراب میں کھوئے رہیں گے! (از قلم: شہزاد احمد خاں)

دعائے مغفرت

گزشتہ دنوں جناب محمد ندیم' رفیق تنظیم اسلامی لانڈھی کے والد وفات پا گئے ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقا و احباب سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE

Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست: ڈاکٹر اسرار احمد

Classes:
- FA (Arts Group)
- FA (General Science)
- I.Com (Banking/Computer)
- ICS (Math+Stat+Computer Science)
- BA (Ecomomics+Maths)
- BA (Other Combination)

25 اگست سے 24 ستمبر تک لیٹ فیس کے ساتھ داخلے جاری ہیں

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم و ضبط
- وسیع و عریض' قابل دید' ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت' فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر ایپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج 191 اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور ☎: 5833637

طوبیٰ گرلز کالج لاہور

داخلہ جاری ہے

برائے انٹرمیڈیٹ و بی اے کلاسز

- ☆ دینی ذہن رکھنے والے گھرانوں کی بچیوں کے لیے تعلیمی و تربیتی مرکز
- ☆ قابل اور کوالیفائیڈ فیکلٹی
- ☆ باپردہ ماحول اور دینی تعلیم و تربیت کی اضافی سہولت
- ☆ لاہور بورڈ اور پنجاب یونیورسٹی میں نمایاں پوزیشنیں
- ☆ قریبی علاقوں سے ٹرانسپورٹ کی سہولت

78' سیکٹر A-1' ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 5114581

مقدس اوراق اور ان کی بے حرمتی

تحریر: ڈاکٹر ولایت اچ قریشی

ترتیب و تہذیب: حافظ محمد زبیر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور بہت ہی خوبصورت انداز میں پیدا کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾ (التغابن 3)

''اس ذات نے زمین وآسمان کو پیدا کیا حق کے ساتھ اور تمہاری صورت گری کی پس کیا ہی خوب تمہاری صورت گری کی''۔

انسان کو چاہئے کہ وقتاً فوقتاً اپنے نفس پر غور کرے تا کہ اللہ کی قدرت کے عجائبات کو محسوس کرے اور یہ غور وفکر اس کے ایمان ویقین میں اضافے کا باعث ہے انسان کی تخلیق میں سب سے نمایاں چیز توازن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کرتے ہوئے ہر چیز کو اس کے حسب حال مناسب جگہ پر اعتدال کے ساتھ نصب کیا۔ انسان غور کرے اگر اس کا سر پیٹ یا کمر کی جگہ ہوتا' آنکھیں ٹخنوں پر لگا دی جاتیں۔ ناک ایک جگہ دو تین یا چار ہوتے' کان دو کی جگہ ایک ہوتا' سر کے بال آنکھوں پر اُگ آتے' انگلیوں کے درمیان جوڑ نہ ہوتے جس کی وجہ سے انگلیاں سیدھی رہتی ہیں' زبان ناک کی جگہ لگا دی جاتی تو انسان کی شکل کیسی عجیب وغریب ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍO﴾ (التین 4)

''ہم نے انسان کو بہت ہی بہترین ساخت میں پیدا کیا''۔

انسانی جسم کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لیے اس دنیا میں جو نعمتیں پیدا کی ہیں ہمیں ان پر بھی غور وفکر کرنا چاہئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ﴾ (الانعام: 99)

''ان پھل دار درختوں کے پھلوں پر غور کرو جب کہ یہ پھل لے کر آتے ہیں''۔

آم کی گٹھلی سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کس طرح آم کا اتنا بڑا درخت پیدا کر دیتے ہیں اور کھجور کی چھوٹی سی سخت ترین گٹھلی میٹھی کھجور کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ کی ان نعمتوں کو جب ہم استعمال کرتے ہیں تو یہ نعمتیں غذا کی نالی کے راستے معدے تک پہنچ کر انسان کے جسم کا حصہ بن جاتی ہیں اور اسے توانائی فراہم کرتی ہیں۔ انسان ذرا غور کرے اگر یہ نعمتیں غذا کی نالی کی بجائے سانس کی نالی میں چلی جائیں تو انسان کے لیے یہی غذا وبال جان بن جائے۔ اگر ہم غور کریں اور اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں اپنے اندر بھی اور خارج میں چاروں طرف اللہ کے احسانات و انعامات کی بارش نظر آئے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ O وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْO﴾ (الذاریات: 20-21)

''اور زمین میں ان لوگوں کے لیے (بہت سی) نشانیاں ہیں جو یقین رکھنے والے ہیں اور تمہاری اپنی جانوں میں بھی''۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو شمار نہیں کر سکتے ہیں ایسی محسن وکریم ذات کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہے؟ روز مرہ زندگی میں دیکھنے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات' نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام' آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر مشتمل کتب' اخبارات' رسائل و جرائد وغیرہ کے اوراق کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور ایسے اوراق کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں' گندی ندی نالوں میں پھینک دیے جاتے ہیں۔ اخبارات سے گاڑی کے شیشے صاف کیے جاتے ہیں۔ کہیں تنور والے ایسے کاغذات میں روٹی لپیٹ کر دے رہے ہیں جو کہ مقدس ناموں اور آیاتِ قرآنیہ کے ترجمے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ بعد میں یہ اخبارات کے ٹکڑے گھر میں جا کر ردی کی ٹوکری کا حصہ بن جاتے ہیں۔ پکوڑوں اور سموسوں کے لیے عام طور پر اخبارات اور رسائل کے اوراق کو استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ہی پکوڑے ختم ہوئے کاغذ سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے اس کو کچرے پر پھینک دیا جاتا ہے۔ ایسی ہی گندگی کی جگہوں پر آوارہ کتے اور بلیاں خوراک کی تلاش میں آتی ہیں۔ جس سے ان مقدس ناموں کی مزید بے حرمتی ہوتی ہے۔ اب تو بعض خواتین بچوں کی نیپی میں اخبارات ڈال دیتی ہیں بعد میں بچے کی نیپی اتار کر اخبار سمیت پھینک دی جاتی ہے۔ کچے پھل اخبارات میں لپیٹ کر پیٹیوں میں بند کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ کچھ دنوں میں پک کر تیار ہو سکے۔ بعد ازاں انہی اخبارات کو پھل منڈی یا نالیوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اور مقدس نام عوام الناس کے پاؤں تلے آتے رہتے ہیں۔ عام طور پر بچے بھی اگلی کلاس میں جاتے ہی اپنی تمام کتابیں اور کاپیاں سستے داموں فروخت کر دیتے ہیں ان میں اسلامیات کی کتب بھی ہوتی ہیں ردی یا چھابڑی والے انہی مقدس عبارات پر مشتمل کتب و کاپیوں کے لفافے بنا کر مارکیٹ میں بیچتے ہیں جن کو مختلف اشیاء کے ڈالنے کے لیے دکاندار عام طور پر بازار میں استعمال کرتے ہیں۔ بلا ضرورت لکھنے اور پھینکنے والے بہت ہوں گے لیکن سنبھالنے والے کم ہیں۔ ہمیں چاہیے بلا ضرورت قرآنی آیات' ان کا ترجمہ' مقدس اسماء کو نہ لکھیں اور نہ ہی عوامی جگہوں پر ان مقدس کاغذات کو پھینکیں۔ جگہ جگہ بجلی کے کھمبوں یا دیواروں پر ٹین کے ڈبے نصب کیے جائیں جن میں مقدس اوراق کو ڈالا جائے اور بعد میں ان اوراق کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے۔ اساتذہ کرام طلباء اور دوسرے عہدیداران سے ہماری گزارش ہے کہ اس عظیم مشن میں زیادہ سے زیادہ معاونت کریں' یہ معاونت ان کے لیے دارین میں اجر وثواب کا باعث ہوگی۔

❁❁ ضرورت رشتہ ❁❁

☆ دوشیزہ عمر تقریباً 45 سال تعلیم MSc. Phyisics' گورنمنٹ ٹیچر نیک سیرت' پابند صوم و صلوٰۃ و دینی ذہن' اچھا خاندانی پس منظر اور دینی مزاج سے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔
لیڈی اسلام آباد اور واہ کینٹ کے رہائش پذیر کو ترجیح دی جائے گی
رابطہ: 0514-531844 0321-5184957

☆ لندن میں مقیم عمر 48 سال سماعت سے محروم صاحب کو عقد ثانی کے لیے ترجیحاً سماعت سے محروم خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ پہلی بیوی سے علیحدگی ہو چکی ہے۔ بچے ماں کے ساتھ رہتے ہیں۔
برائے رابطہ: سردار اعوان
36-k ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 5869501

ضرورت جز وقتی اکاؤنٹ اسسٹنٹ

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی کے شعبہ مالیات میں ایک اکاؤنٹ اسسٹنٹ کی ضرورت ہے۔
اہلیت کی شرائط درج ذیل ہیں۔
تعلیم: بی کام (کمپیوٹر پر اکاؤنٹس کے کام کی اہلیت)
عملی میدان میں تجربہ رکھنے والے کو ترجیح دی جائے گی۔
خواہشمند حضرات اپنی درخواست مع اسناد کی فوٹو کاپی' 31 اگست 2005ء تک مرکزی دفتر کو ارسال کریں۔
اول ترجیح رفقاء تنظیم۔

ناظم بیت المال مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67۔ اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور
فون: 6366638 6316638

”دینی جماعتوں کا متحد ہو کر نفاذ شریعت کے لیے مہم چلانا وقت کی اہم ضرورت ہے“

ایوب بیگ مرزا

جامعہ نعیمیہ میں مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی سے ملاقات کی مختصر روداد

گزشتہ ہفتہ دیوبندی مکتب فکر کے عالم دین مولانا عبدالرحمٰن اشرفی سے ملاقات میں جو دلچسپ معلومات حاصل ہوئی تھیں اور اُن کے برادر خورد مولانا فضل الرحیم سے دینی علوم کے فروغ اور جدید طریقوں سے قرآن کے پڑھنے پڑھانے کے حوالہ سے جامعہ اشرفیہ کی جو کارکردگی سامنے آئی تھی۔ اُس سے اس خواہش میں مزید اضافہ ہوا کہ مزید علماء سے رابطہ کیا جائے اور دوسرے مکاتب فکر کے تحت جامعات کا جائزہ بھی لیا جائے۔ لہٰذا جامعہ نعیمیہ کے مہتمم ڈاکٹر سرفراز نعیمی سے جمعہ کے روز ملاقات کا وقت طے ہوا۔ امیر تنظیم محترم حافظ عاکف سعید نے اپنی ٹیم کے ساتھ جامعہ نعیمیہ جانے کا فیصلہ کیا۔

جامعہ نعیمیہ چونکہ گڑھی شاہو کے انتہائی گنجان آباد علاقہ میں واقع ہے۔ سڑکوں پر ٹریفک کا جو اژدہام ہوتا ہے اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے راقم غروب آفتاب سے کافی پہلے گھر سے نکلا لیکن خوش قسمتی سے ٹریفک جام سے بچتے ہوئے اذانِ مغرب سے پندرہ منٹ پہلے ہی جامعہ نعیمیہ پہنچ گیا۔ پرانی طرز کی بنی ہوئی مسجد کی عمارت زیادہ بڑی نہیں ہے البتہ ایک وسیع و عریض صحن ہے جو مدرسہ کی عمارت میں گھرا ہوا ہے۔ آدھا صحن مسجد کا حصہ ہے جبکہ بقیہ آدھا صحن باقاعدہ مسجد کا حصہ نہیں بلکہ وقتِ ضرورت استعمال کیا جاتا ہوگا۔ مدرسے کی دیواریں بڑی رنگ برنگ اور آیاتِ قرآنی سے مزین تھیں۔ بعض جگہوں پر اقبال کے اشعار بھی رقم تھے۔ صحن کے بائیں جانب محمد حسین نعیمی کا جسد خاکی دفن ہے۔ قبر کی کرسی زمین سے کچھ اونچی ہے اور اس کے تین اطراف پر سنگ مرمر جڑا ہوا ہے۔ مسجد کے برآمدوں میں طلبہ روایتی انداز سے ہل ہل کر سبق یاد کر رہے تھے۔ مدارس کے طلبہ کا یوں ہلنا اب امریکہ کے نوٹس میں بھی ہے اور اُس کے اعلیٰ عہدے دار اس پر بھی تبصرہ کر رہے ہیں۔ مسجد کے مین گیٹ کے پاس ہی دفتر ہے۔ ہم نماز کے بعد مولانا کے بارے میں دریافت کرنے وہاں پہنچے ہی تھے کہ سامنے سے مولانا نعیمی تشریف لاتے ہوئے نظر آئے۔ وہ بڑے تپاک سے ملے اور اپنے ساتھ مسجد سے ملحقہ ایک بہت بڑے ہال میں لے گئے جو لائبریری کے ساتھ ساتھ شاید ریڈنگ روم بھی ہے۔

کسی لمبی چوڑی تمہید کے بغیر اصل مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ مولانا حکومتی کارروائیوں کی وجہ سے بڑی تشویش کا اظہار کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ”مدارس آرڈیننس“ کو بہت سے متعلقہ لوگ بھی اچھی طرح سمجھ نہیں سکے۔ یہ درحقیقت پاکستان میں مدارس کا سلسلہ سرے سے ختم کرنے کی سازش ہے۔ اس آرڈیننس کی دفعہ 21 کا مطالبہ ہے کہ ہر ماہ‘ ہر مدرسہ اپنی آڈٹ رپورٹ پیش کرے گا۔ انہوں نے اس خطرے کا برملا اظہار کیا کہ یہ رپورٹیں مغربی ممالک اور امریکہ کو مہیا کی جائیں گی۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ اس سلسلہ میں دینی جماعتوں کو مشترکہ طور پر مزاحمت کرنی چاہیے۔ اگر مزاحمت میں ڈھیل ہوئی تو حکومت قال اللہ وقال رسول اللہ کی صداؤں کو دبانے کی بھرپور کوشش کرے گی۔ انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس معاملے میں ایم ایم اے کو زیادہ تن دہی اور سرگرم انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی اس سلسلے میں کل جماعتی کانفرنس کا اہتمام کرے تاکہ مشترکہ پلیٹ فارم سے مزاحمتی جدوجہد کا آغاز ہو۔ کیونکہ ”تنظیم اسلامی“ کی حیثیت غیر جانبدارانہ ہے۔ امیر تنظیم نے ڈاکٹر نعیمی صاحب سے اپنی ایک سابقہ ملاقات کے حوالے سے اس جانب متوجہ کیا کہ اس وقت فکری محاذ پر کام کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ امریکی دباؤ پر موجودہ حکومت روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے خوشنما عنوان کے تحت دین اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی جو قابل مذمت کوشش کر رہی ہے اس کا علمی و فکری سطح پر مضبوط انداز میں مقابلہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ مزید برآں تمام دینی جماعتوں کو اپنے باہمی فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نفاذ شریعت اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے قیام کی بھرپور اور متحد جدوجہد کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے۔

ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ مزاحمت کی بنیاد اگر مدارس کی رجسٹریشن کو بنایا گیا تو حکومت قانون کا سہارا لے گی کہ یہ لوگ دائرہ قانون میں آنے سے گریزاں ہیں اور اسے غیر مؤثر کر دے گی‘ بہتر ہے کہ ہم نفاذ شریعت کے حوالہ سے مزاحمت کا آغاز کریں۔ مدارس کا تحفظ اس میں خود بخود آ جائے گا۔ مولانا نعیمی صاحب نے بھی اس تجویز کو سراہا۔ لہٰذا طے ہوا کہ موجودہ حکومت کی سیکولر پالیسیوں کے خلاف مزاحمت کرنے کے لئے مل بیٹھ کر سوچا جائے۔

ملکی حالات پر بھی گفتگو ہوئی اور حکومت کے امریکہ نواز رویے پر شدید افسوس کا اظہار کیا گیا۔ البتہ سب کی متفقہ رائے تھی کہ مسلمان مایوس نہیں ہوتا۔ ہم پاکستان میں سیکولرازم اور امریکہ کا پسندیدہ اسلام لانے کی کوششیں ان شاء اللہ ناکام بنا دیں گے۔ حکمرانوں کے لئے دعا کی گئی کہ اللہ انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کرے اور ان کے لئے امریکہ کے شکنجے سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے۔ مولانا کے کئی اور مہمان بھی آ چکے تھے لہٰذا ہم نے ان سے اجازت لی اور ایسی ملاقات اور بالمشافہ گفتگو کی افادیت پر باہم بات چیت کرتے ہوئے جامعہ نعیمیہ سے واپس لوٹے۔

روشن خیال جارج گیلووے ایم پی

Straight-shootin'George Galloway

by Mike Whiney (اخذ و ترجمہ: ابن صالح)

”میں سختی سے اس کا مخالف ہوں کہ مجرموں کی سزا بے گناہوں کو ملے خواہ یہ لندن کا تہ خانہ ہو...... یا فلوجہ کے گلی کوچے۔“

جارج گیلووے

اگلے روز اس نے ایک اور تیر چھوڑا۔ اس کا کہنا تھا کہ ”جارج بش اور بلیئر کے ہاتھ لندن دھماکوں میں ملوث افراد کے مقابلہ کہیں زیادہ خون آلود ہیں“۔ گیلووے عراقی مزاحمت کو نیک کام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”وہ نہ صرف عراق بلکہ پوری دنیا کو امریکی نحوست سے نجات دلانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں“۔ فرض کریں امریکی دولت پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے سعودی عرب اس پر حملہ آور ہو کر ہزاروں امریکیوں کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ شہروں کو تہس نہس کر دے اور انہیں بدترین تشدد اور حقارت کا نشانہ بنائے تو بتائیے کہ جان ہتھیلی پر رکھ کر امریکہ کو سعودی حملہ آوروں سے پاک کرانے والوں کو آپ دہشت گرد کہیں گے یا جان نثار؟ امریکی پروپیگنڈہ باز شور مچاتے ہیں کہ خود کش حملہ آور بے گناہ عراقیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ مزاحمت کار کہتے ہیں ہم صرف قابض فوج اور اس کا ساتھ دینے والوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ آپ کس کی بات کا یقین کریں گے‘ ان کا یا پینٹاگون کا؟ گیلووے نے یہ کہہ کر سچ کا بول بالا کر دیا ہے کہ خستہ حال کلاشنکوف بردار عراقی ایک نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔

کیا امریکی اندھے بہرے ہیں کہ انہیں حقائق نظر نہیں آتے‘ اپنے ہاں نت نئی عائد پابندیاں بھی نہیں دیکھتے۔ بش‘ بلیئر اور آسٹریلیا کے ہاورڈ‘ یہ تینوں عالمی مالیاتی استعمار کے آلۂ کار ہیں اور دنیا کو تباہی سے ہمکنار کرنے کے درپے ہیں۔ اگر مزید جارج گیلووے سامنے نہ آئے تو یہ انسانیت کے نام پر ایک بدنما داغ ہوگا۔

"اپنی خودی پہچان اے نادان انسان"

صائمہ انصار

میں جب انسان کے بارے میں سوچتی ہوں تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے، تو اس کو اشرف المخلوقات بنایا ہے مگر وہ کتنا گر چکا ہے۔ شیطان نے تو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ "اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ" مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو رجیم قرار دے کر نکال دیا اور اسے مہلت دی، تو اس نے انسان سے اس کا بدلہ اس طرح لیا کہ اس مسجودِ ملائک انسان کو حقیر ترین چیزوں کے آگے سجدہ ریز کر دیا۔ اُس نے خود تو آدم (انسان) کو سجدہ نہ کیا مگر "اسی" انسان کو پتھروں کی مورتیوں، آگ، قبر، سورج، بلکہ جانوروں اور ان سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل چیزوں کے سامنے جھکا دیا۔

آہ انسان! تُو تو شیطان سے بھی گیا گزرا ہے کہ اس کی چال میں آ کر اپنے آپ کو بھول گیا اور اپنی ہستی کو پہچان ہی نہ سکا، نہ اس ہستی کو جس نے تجھے اشرف المخلوقات بنایا، اپنا خلیفہ بننے کا اعزاز دیا اور اپنی صفات (عَلِیْمٌ، سَمِیْعٌ، بَصِیْرٌ، قَوِیٌّ) میں سے تجھ کو عطا کیا۔ آہ انسان! تو کتنا احمق ہے، نادان ہے کہ جس کے سامنے تجھے جھکنا تھا، عاجزی اختیار کرنی تھی، غلام بننا تھا، جس کے سامنے تو تنکے سے بھی زیادہ حقیر اور عاجز ہے اس کے مقابلے میں تو باغی بنا ہوا ہے، متکبر بن کر اس کے احکامات کو روندتا ہے، استہزاء کرتا ہے۔ اور جس (امریکا، اپنے نفس اور شیطانِ لعین) سے بغاوت کرنی تھی، مقابلہ کرنا تھا، جسے اپنے تابع اور مسخر کرنا تھا، اس کے سامنے جھکا پڑا ہے، انتہائی عاجزی کے ساتھ ہاتھ باندھ کر "کیا حکم ہے میرے آقا" کی عملی تصویر بنا ہوا ہے اور اس کے ہر حکم کے آگے۔ "سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے" کا مصداق بنا ہوا ہے اور جس سے تجھے ڈرنا تھا اس سے نڈر ہے اور جس سے نڈر بننا تھا اس کے آگے خوف کے مارے تھر تھر کانپ رہا ہے۔ آہ! کاش کہ انسان اپنا مرتبہ پہچانے اور ایک اللہ کے آگے جھک کر مطیع و فرمانبردار بن کر تمام دنیا کو اپنے لیے مسخر کرے۔ دیکھیے قرآن میں ہے ﴿اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ "تم ہی غالب رہو گے اگر تم سچے مومن ہو"۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے آدمی کو دیتا ہے نجات!

عبدالمالک ملتانی

دانائے راز

منفرد اور پُر اثر آواز تھی اقبالؔ کی
یادِ ماضی، فکرِ فردا، عکس بندی حال کی

تشنہ لب اُمت تھی صدیوں کی پرانی پیاس تھی
شعر میں اُس کے نہاں اک زندگی کی آس تھی

سوکھی کھیتی کے لیے مثلِ فرات و نیل تھا
مردہ روحوں کے لیے وہ صورِ اسرافیل تھا

مشرق و مغرب کے علم و فضل کا غوّاص تھا
ساقیِ کوثرؐ سے بھی اُس کو تعلق خاص تھا

اس کی رگ رگ میں تھا بس عشقِ حقیقی ہی رچا
دل میں رہتا تھا ہمیشہ ایک طوفاں سا مچا

وہ ہوا امت کے ہر ادبار پر جب نوحہ خواں
ایک اِک مصرعے سے دل کا درد ہوتا تھا عیاں

ساتھ اُس کے جذبۂ صادق کا دیتی تھی زباں
محض لفاظی کی خاطر تھا نہ وہ رطب اللساں

غم نصیبی اس کی، صقلیہ کی یادوں کی امیں
نغمۂ ہندی، حجازی لَے میں تھا کچھ دل نشیں

جانتا تھا وہ کہ نصرانی، یہودی اور ہنود
سب کی نظروں میں کھٹکتا ہے مسلماں کا وجود

پیش بندی روک سکتی ہے ہر اک طوفان کو
ساتھ رب پر بھی بھروسہ چاہئے انسان کو

تھا مجسم جیسے اک تصویرِ درد اس کا کلام
آرزوئے ابر رکھتا تھا نہالِ تشنہ کام

فکرِ اُمت نے اُسے بخشا تھا جو سوزِ نہاں
بھٹکے آہو کو دکھاتا تھا حرم کا وہ نشاں

نالۂ پُرسوز، اندوہ و غمِ دل کا سفر
آج اور کل کا تقابل، اَوج و پستی پر نظر

'شکوہ' ناحق تھا، 'جوابِ شکوہ' میں تاثیر تھی
نامۂ اعمال تھا، آئینے میں تصویر تھی

تھا یہ مقصد، ڈالے اُمت خود گریباں پر نظر
تھی شکایت رب سے اربابِ وفا کے نام پر

شاعرِ مشرق کہا، اور کچھ نے اُمت کا حکیم
اُس کی اک "بانگِ درا" پیغامِ صد "ضربِ کلیم"

فلسفی، صاحب نظر، دانشور، عالم با دلیل
اور پروازِ تخیل، مثلِ "بالِ جبریل"

شاعرِ رنگیں نوا اور دیدۂ بینائے قوم
محرمِ سرِّ اُمم اور واقفِ پنہائے قوم

تھی یہی آہِ سحر، یہ ہی دعائے نیم شب
ہوں جوانوں کو عطا انداز شاہینوں کے سب

جو "رموزِ بے خودی" نکلے تھے اس کے ساز سے
وہ ممولے کو لڑا سکتے تھے ہر شہباز سے

ہو "زبورے از عجم" یا ہو "حجازی ارمغاں"
ایک ہی مقصد کی خاطر تھا قلم اس کارواں

خوب وہ پہچانتا تھا قوم کا اپنی مزاج
شعر سے امراضِ ملت کا وہ کرتا تھا علاج

ورثۂ آبا سے دوری ہو تو ملتا ہے سراب
"نوجواں مسلم سے" اس کا تھا ہمیشہ یہ "خطاب"

اُمت مرحوم کو پھر سے سبق اس نے دیا
تھا زمانے میں کبھی شہرہ ترے اجداد کا

تھا "پیامِ مشرق" اس کا "رمزِ اسرارِ خودی"
"پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق؟" کی فکر تھی

وہ بتاتا تھا کہ کیا ہوتی ہے تقدیرِ اُمم
پہلے شمشیر و سناں، پھر رنگ و بُو کا زیر و بم

چاہتا تھا وہ کہ ہو اُمت دوبارہ سر بلند
تھی محبت اُن سے جو ڈالیں ستاروں پر کمند

تھی یہ خواہش، راہِ بطحا میں قطار اندر قطار
پھر رمِ آہوئے صحرا کا ہو منظر ایک بار

ترکتازی پھر دکھائیں غازیانِ فتح مند
ہوں پھریرے لشکرِ اسلام کے پھر سے بلند

ایک ہی منزل ہو، اک سالار اور اک کارواں
قبلہ سب کا ایک ہے تو سب ہوں اس جانب رواں

بے جہت ہو اور نہ بے مقصد ہی اُمت کا سفر
اجتماعی منفعت سب کے رہے پیشِ نظر

رودِ گنگا کے کنارے آ کے اُترا کارواں
اس کو از بر تھی یہ ساری بھولی بسری داستاں

ہے الگ قومِ رسولِ ہاشمیؐ کا پیرہن
ہے مسلماں کے لیے سارا جہاں اُس کا وطن

آرزو تھی، پھر کوئی کردار کا غازی اُٹھے
دین کی خاطر لگانے جان کی بازی اٹھے

کوئی ساقی ہو، مٹا دے جو دلوں کا فاصلہ
مشتمل پھر رہروانِ شوق پر ہو قافلہ

تھا نہ نا اُمید اپنی کشتِ ویراں سے ابھی
تھا یقیں، مٹی ہے یہ زرخیز، گر پائے نمی

ذوقِ نغمہ کم ملا تو تھی نوا بھی تلخ تر
لَے حُدی کی تیز تھی محمل گراں تھا جس قدر

ازبک و کرغیز و تاجک، ترکماں، قازق، مغل
چاہتا تھا خوابِ غفلت سے یہ سب آئیں نکل

"آملیں پھر سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
پھر ہو مردم خیز وسطِ ایشیا کی خفتہ خاک"

حلقہ سندھ زیریں کا ماہانہ شب بسری پروگرام

14 اگست 2005ء کو شب بسری کا پروگرام ساڑھے نو بجے شب قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں انجینئر نوید احمد صاحب کے ذریعہ مطالعہ لٹریچر سے شروع ہوا۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کے رفقاء کے مطلوبہ اوصاف کو اپنی گفتگو کا موضوع بنایا اور اس وقت جس وصف کو ہدف بنایا تھا وہ دستور کی دفعہ 4 کی شق (ا) تھی یعنی ایمان ویقین میں پختگی و گہرائی پیدا کرنا۔ پہلے انہوں نے ایمان مجمل جو ایمان قانونی و حقیقی پر مشتمل ہے اور ایمان مفصل جس میں سات ایمانیات شامل ہیں' ان سب کا احاطہ اپنے گفتگو کے دوران کیا۔ اس کے بعد تذکیری بیان کے لیے اعجاز لطیف صاحب تشریف لائے اور انہوں نے سورۂ نور کے حوالے سے کسی کے گھر ملاقات کے لیے جانے کے آداب بیان کیے۔ ملاقات کے لیے پیشگی اجازت کا حصول' دروازے پر دستک کے آداب' سلام اور گھر والوں سے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلبی' تین بار دستک کے باوجود اگر جواب نہ ملے یا واپس لوٹ جانے کے لیے کہا جائے تو پوری خوش دلی کے ساتھ لوٹ جانے کی تلقین' بزرگوں سے ملاقات کے لیے اجازت کے بجائے ان کے احترام میں ان کے باہر نکلنے کے انتظار کی اہمیت کو بھی انہوں نے اجاگر کیا۔ اس کے بعد تنظیم جنوبی جس کے ذمہ پروگرام کی میزبانی تھی' کے محمد بشیر صاحب نے پروگرام کے پہلے سیشن کے اختتام اور تہجد کے لیے صبح چار بجے اٹھائے جانے کا اعلان کیا۔

نماز فجر کے بعد درس حدیث کی ذمہ داری عمران لطیف صاحب پر تھی۔ انہوں نے وہ معروف حدیث پیش کی جس میں حضورﷺ نے فرمایا ہے کہ حرام وحلال دونوں واضح ہیں اور اگر کسی شے کے بارے میں اس کی وضاحت نہیں تو وہ مشتبہات میں شامل ہیں۔ عمران لطیف صاحب نے کہا کہ ایک بندۂ مومن کے لیے لازم ہے کہ حلال پر کاربند رہے' حرام سے اجتناب کرے اور ساتھ ہی ساتھ جن چیزوں کے بارے میں شک ہو ان سے بھی گریز کرے۔ اور یہ منحصر ہے تقویٰ پر جس کا مقام دل ہے اور دل کے بارے میں اسی حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر اس میں فساد پیدا ہو جائے تو سارے جسم میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور گوشت کا وہ لوتھڑا دل ہے۔ گویا کہ تقویٰ کے لیے دل کی تطہیر ضروری ہے۔ بعد ازاں سید سلیم الدین صاحب نے سورۂ نباء کی آیات کی تشریح کے ذریعہ تذکیر بالقرآن کروائی جس میں قیامت کے بارے میں کفار و مشرکین کی چہ میگوئیاں' اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے زجر و توبیخ کا انداز' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ اور مومن و کافر کے انجام کی خبر دی گئی ہے۔

منتخب نصاب کے چھٹے حصے کے آغاز پر سورۃ الحدید کی ابتدائی چھ آیات کے مشکل مقام کی تشریح بہت عمدہ طریقے سے شجاع الدین شیخ صاحب نے کی۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے حوالے سے اس کے اول و آخر ہونے اور ظاہر و مخفی ہونے کے متضاد صفات' اس کے ہمہ وقت اپنے بندے کے ساتھ ہونے کا تذکرہ' عالم امر و خلق میں اس کی کارفرمائی وغیرہ کے مباحث شامل ہیں۔ اس ضمن میں ہمہ اوست' وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مشکل فلسفے بھی زیر گفتگو آئے۔ آخر میں امیر حلقہ نعیم الدین صاحب نے بعض تنظیمی امور پر گفتگو فرمائی۔ اس طرح یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: محمد سمیع' کراچی)

ناظم و نائب ناظم دعوت کا دورہ کوئٹہ

مرکز کی طرف سے 5 تا 7 اگست پہلے ہی سے دعوتی پروگرام طے تھا جس کے لیے ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر صاحب اور نائب ناظم دعوت جناب محمد اشرف وصی صاحب بروز جمعرات 4 اگست کو جعفر ایکسپریس سے کوئٹہ تشریف لائے۔ مذکورہ بالا تین دن جناب محمد اشرف وصی صاحب نے 9 تا 1 بجے تفہیم دین کے عنوان کے تحت لیکچرز دیے جس میں وائٹ بورڈ کا استعمال اور سوال و جواب کے ذریعے پروگرام کی افادیت دوچند ہو گئی۔ لہٰذا یہ پروگرام تینوں دن انہماک و تفہیم سے جاری رہا۔ جس میں پہلے دن تقریباً 27 افراد دوسرے دن 16 افراد اور تیسرے دن تقریباً 30 افراد نے شرکت کی جس میں رفقاء و احباب دونوں شامل تھے۔

ان ہی دنوں میں جناب رحمت اللہ بٹر صاحب نے صبح کے اوقات میں ہیلپر ہائی سکول کی اسمبلی سے خطاب کیا۔ پھر ایک مدرسہ میں چھ سات علماء حضرات کے ساتھ نشست رہی جس میں ان کے سامنے تنظیم اسلامی کی دعوت رکھی گئی اور گورنمنٹ ڈگری کالج میں کچھ پروفیسرز اور لیکچرار صاحبان کے ساتھ نشست رہی جس میں مذہب اور دین کے فرق پر گفتگو کی۔ شام کے اوقات میں تینوں دن بعد از نماز مغرب دو مساجد میں دونوں حضرات نے عبادتِ ربّ' شہادت علی الناس اور اقامت دین کے عنوانات کے تحت خطاب کیا۔ اس طرح پروگرام بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ اور 8 اگست کو دونوں مہمان حضرات بذریعہ جعفر ایکسپریس لاہور روانہ ہو گئے۔

(رپورٹ: جاوید انور)

تنظیمی اطلاعات

☆ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے مشورہ کے بعد جناب شفیق الرحمٰن صاحب کو آئندہ دو سال کے لیے تنظیم اسلامی راولپنڈی غربی کے امیر کے طور پر برقرار رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔

☆ اسی طرح امیر تنظیم نے جناب محمد سلیم صدیقی کو آئندہ دو سال کے لیے تنظیم اسلامی واہ کینٹ کے امیر کے طور پر برقرار رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔

شیڈول داخلہ

ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

سیشن 2006-2005ء

ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس' سیشن 2006-2005ء کا آغاز ان شاء اللہ العزیز ماہ ستمبر سے ہو رہا ہے۔ داخلے کے خواہشمند خواتین و حضرات مندرجہ ذیل نظام الاوقات کے مطابق اپنی شمولیت کو یقینی بنائیں۔

☆ داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ — یکم ستمبر (رات 8 بجے تک)

☆ انٹرویوز: — 3 ستمبر (صبح 9 بجے)

☆ کلاسز کا آغاز: — 5 ستمبر (صبح 8 بجے)

☆ ہاسٹل میں محدود پیمانے پر رہائشی سہولتیں دستیاب ہیں' جنہیں پہلے آئیے پہلے پائیے کی بنیاد پر مہیا کیا جائے گا۔ جو حضرات داخلہ فارم جمع کروا چکے ہیں ان کے لیے بھی انٹرویو میں بیٹھنا لازم ہے۔ بصورتِ دیگر ان کا داخلہ اور ہاسٹل الاٹمنٹ کنفرم نہیں کی جائے گی۔

☆ خواتین کے انٹرویوز تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کے دفتر واقع K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور میں مذکورہ بالا اوقاتِ کار کے مطابق ہوں گے۔

المعلن: ناظم شعبہ تدریس' قرآن اکیڈمی

K-36 ماڈل ٹاؤن' لاہور فون: 03-5869501

غزہ پٹی کی جزوی آزادی

غزہ پٹی فلسطین کا ایک علاقہ ہے جس کا رقبہ 363 مربع کلومیٹر اور آبادی گیارہ لاکھ ہے۔ اس پر پچھلے 38 برس سے اسرائیلیوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اب پچھلے ہفتے عالمی دباؤ کے باعث اسرائیل نے وہاں سے اپنی فوج واپس بلالی ہے اور انتظام فلسطین اتھارٹی کو سونپ دیا۔ نیز غزہ میں جتنی یہودی بستیاں تھیں وہ بھی خالی کر دی گئی ہیں۔

فلسطینیوں نے اسرائیلی فوج اور یہودیوں کی واپسی کا خیر مقدم کیا ہے۔ دوسری طرف انتہا پسند یہودی اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون کے خلاف ہو گئے ہیں۔ تاہم فلسطینیوں کا کہنا ہے کہ اگر اسرائیلی حکومت مخلص ہے اور چاہتی ہے کہ علاقے میں کئی عشروں سے جاری خانہ جنگی کا خاتمہ ہو جائے تو وہ مغربی کنارے میں بھی یہودی بستیاں ڈھادے اور علاقہ ان کے حوالے کر دے۔ فلسطینی اب غزہ پٹی میں تین ہزار گھر تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اسرائیلی فوج کی واپسی کے بعد پانچ ہزار فلسطینی پولیس نے غزہ کا انتظام سنبھال لیا ہے تاکہ وہاں امن وامان کی حالت برقرار رکھی جاسکے۔ تاہم علاقے کی معاشی اور معاشرتی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اسرائیل اس پر زمینی' ہوائی اور بحری پابندیاں نہ لگائے۔ اس لیے جزوی طور پر علاقے کی آزادی اب تک اسرائیلیوں کے ہاتھ میں ہے۔ فی الوقت غزہ اور مغربی کنارے کے مابین پٹری بچھانے کا منصوبہ زیر غور ہے۔ اسرائیلی حکومت غزہ میں بندرگاہ بنانے کی اجازت دے چکی ہے تاہم وہ وہاں ہوائی اڈہ نہیں دیکھنا چاہتے۔

غزہ سے اسرائیلی فوج کے انخلا سے اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے مابین امن معاہدہ ہونے کے مواقع بڑھ گئے ہیں تاہم اسرائیلی حکومت کا کہنا ہے کہ اس قسم کے معاہدے سے قبل فلسطینی "دہشت گرد" تنظیموں کو ختم کیا جائے اور یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ فلسطینیوں کی اکثریت ان سے وابستہ ہے جو درحقیقت اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ بہرحال اگر غزہ سے اسرائیل پر حملے کم یا بند ہو گئے تو اس عمل سے ایریل شیرون اور محمود عباس دونوں کو سیاسی طور پر فائدہ پہنچے گا اور دونوں اگلے انتخابات میں دوبارہ اقتدار حاصل کر سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ فلسطین اتھارٹی کے دوسرے پارلیمانی انتخابات اگلے سال جنوری میں منعقد ہوں گے۔

بھارت اور بنگلہ دیش آمنے سامنے

مغربی بنگال کے ضلع مالدہ میں دریائے مہانندہ بھارت سے بنگلہ دیش میں داخل ہوتا ہے۔ 18 اگست کو بنگلہ دیشی مزدور دریا کے کنارے کنکریٹ بلاک بچھانے لگے تاکہ اس کے پشتے تعمیر کر سکیں۔ اس سال زبردست بارشوں نے دریا کے پشتے کمزور کر دیے تھے۔ یہ جگہ بھارتی سرحد کے بالکل قریب ہے۔ ادھر بھارتی فوجی یہ سمجھے کہ بنگلہ دیشی فوج دریا پر فوجی چوکیاں تعمیر کر رہی ہے۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ان پر گولیوں کی بارش کر دی۔

بنگلہ دیشی مزدور تو سر پر پیر رکھ کر بھاگ گئے' البتہ وہاں متعین بنگلہ دیشی فوج نے اس جارحانہ کارروائی کا بھرپور جواب دیا۔ اس پر دونوں اطراف بھاری ہتھیار استعمال کرنے لگے۔ ایک خبر کے مطابق چار گھنٹے کی اس جنگ میں 500 گولے پھینکے گئے۔ تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا کیونکہ فائرنگ کی آواز سن کر وہاں آباد لوگ محفوظ مقامات کی طرف چلے گئے۔

بنگلہ دیش اور بھارت کے مابین دریاؤں کے پانی کی تقسیم پر مدت سے جھگڑا چلا آ رہا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی شدت بڑھ رہی ہے۔ دراصل بنگلہ دیشیوں کے لیے پانی زندگی کا اہم ترین جز ہے اور وہ اس سلسلے میں جھکنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔

انڈونیشی حکومت اور آچے باغیوں کے مابین معاہدہ

14 اگست کو فن لینڈ کے دارالحکومت میں انڈونیشی حکومت اور آچے کے باغیوں کے درمیان تاریخی امن معاہدہ ہو گیا ہے۔ اب اُمید ہو چلی ہے کہ انڈونیشیا کے اس عظیم علاقے میں امن قائم ہو جائے گا۔ معاہدے کے مطابق باغیوں نے آچے کو خودمختار ریاست بنانے کا ارادہ ترک کر کے اپنی فوج کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس معاہدے کے اہم نکات یہ ہیں:

- 2005ء کے آخر تک آچے سے ساری انڈونیشی فوج چلی جائے گی۔
- آچے کی باغی تنظیم (GAM) بھی اپنے تین ہزار فوجی غیر مسلح کر دے گا۔
- انڈونیشی حکومت کے تعاون سے ایک سال کے اندر آچے میں سیاسی جماعتیں بنا دی جائیں گی۔
- 31 مارچ 2006ء سے آچے پر نئے قانون کے تحت حکمرانی کی جائے گی۔
- حکومت آچے کے قدرتی وسائل سے حاصل ہونے والی 70 فیصد آمدنی آچے حکومت کو دے گی۔
- باغی تنظیم کے تمام ارکان کو معافی دے دی جائے گی اور تمام سیاسی کارکن رہا کر دیے جائیں گے۔

عراق کے تازہ حالات

عراقی پارلیمان نے 15 اگست کو ملک کا نیا آئین منظور کر دینا تھا یعنی آئین تیار نہ ہونے کے باعث ایسا نہ ہوگا۔ دراصل عراق کے شیعہ' سنی اور کرد اب تک آئین کے سلسلے میں اتفاق نہیں کر سکے اور ان کے درمیان ڈیڈ لاک پڑا ہوا ہے۔ ماہرین کے اندازے درست ثابت ہوئے ہیں کہ عراقی آئین کی تشکیل کوئی سادہ اور آسان کام نہیں ہے۔

روسی صدر نے مطالبہ کیا ہے کہ عراق کے سلسلے میں ایک بین الاقوامی کانفرنس بلائی جائے نیز ملک سے غیر ملکی افواج کی واپسی کا ٹائم ٹیبل تیار کیا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ زیادہ تر عراقی غیر ملکی فوجیوں کو قابض فوجی سمجھتے ہیں۔ دنیا کی ایک بڑی فوجی طاقت کی طرف سے یہ بیان بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکا کی مخالف قوتوں یعنی چین اور روس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے اور اب وہ نہیں چاہتے کہ امریکی من مانی کرتے پھریں۔

عراق میں جانی اور مالی نقصان کی کوئی حد نہیں' اس کے باوجود صدر بش اپنی پالیسی سے چمٹے ہوئے ہیں۔ جناب بش کا کہنا ہے کہ ابھی حالات سازگار نہیں' اس لیے امریکی فوج کو عراق ہی میں رہنا چاہیے۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ انہیں یا امریکی فوج کو عراق یا عراقیوں سے کوئی ہمدردی نہیں...... وہ صرف تیل کے ذخائر کی وجہ سے عراق میں رکے ہوئے ہیں۔

سعودی عرب کے بعد تیل کے وسیع ذخائر عراق میں ہیں۔ ادھر امریکا کے اپنے تیل کے ذخائر زیادہ سے زیادہ دس برس بعد ختم ہو جائیں گے۔ اس لیے امریکی چاہتے ہیں کہ وہ عراق کو اپنا دوسرا وطن بنالیں' وہ اس طرح کہ وہاں ہمیشہ ان کی کٹھ پتلی حکومت رہے۔ امریکا کے ارادے بڑے بڑے خطرناک ہیں' خدا خیر کرے۔

silence all debate and criticism. According to Blair's definition for putting writers in the black list John Pilger and Robert Fisk would top the list, because their questioning the legitimacy of occupation is indirectly leading to extremism.

Instead of supporting policies that would silence critics of the modern day fascists, the public would do well to face the basic painful facts and address them logically, reasonably, without demagoguery. It is not surrender to terrorism. It is the first crucial step toward defeating the real terrorists. Righteous murderers may claim they're spreading democracy and defending human rights, but clearer heads and common sense can distinguish faith based motivation of fanatics, who have killed 128,000 people so far because God told their commander in chief to go to war from those who stand up to their tyranny and injustice irrespective of their religious belief.

Notes

----

[1] Oliver Roy, "Why Do They Hate Us? Not Because of Iraq," the New York Times, July 22, 2005.

[2] Ibid. Oliver Roy

View Point

WAQAS ZAYAD

Do We Really Know What We Are Eating?

In the diet-conscious world of today, many people are very mindful of the food they eat, some even going so far as to count calories in each item. Yet many of us may be totally unaware of what goes in their diet from another aspect.

Having lived overseas for a few years, I became accustomed to "label reading" i.e. checking the ingredients of food items before purchasing them, to check for haraam ingredients. It is not as much effort as it sounds, since after a while one gets familiar with items and brands that are safe and unsafe from this perspective. However, what surprised me on returning to Pakistan was that many items that I used to avoid overseas were available and being freely purchased by people in Pakistan. The surprise turned to shock after a bit of "label reading" and discovering that the haraam ingredients were present in these items. These ingredients ranged from the more obvious ones such as wine, animal fat, and meat, to the more cryptic ones such as emulsifiers and additives.

So for people who wish to be safe from eating haraam, here are a few tips:

1. If you wish to be safe with the least amount of hassle, avoid food items manufactured in non-muslim countries.
2. Food items manufactured in muslim countries can be assumed to be safe, unless you have strong reason to suspect otherwise. However, be sure to check the country of manufacture ("Made in"), as items manufactured in US and Europe may be packaged in, or imported from Middle Eastern countries.
3. Food items labeled "Halaal", Vegetarian, or Vegan can be assumed to be safe.
4. Food items labeled with a (K)(Kosher), (U)(Universal), or (D)(Dairy) are relatively safe, but you may want to check the ingredients.
5. Items not fitting in any of the above categories and containing ingredients that you do not understand, such as chemicals, fat or emulsifiers (generally start with an E with a number, such as E471, E476, etc.) of unspecified origin, are best avoided. (However, not all emulsifiers are haraam).
6. All ingredients are generally not mentioned on toothpastes and medicines, only active ingredients are, so they may contain haraam ingredients even if they are not mentioned.

A comprehensive discussion of halaal and haraam ingredients is a rather detailed subject, and beyond the scope of this discussion. However, some more sources of information are given below.

http://www.bryngollie.freeserve.co.uk/Enumbers.htm#top
http://www.muslimconsumergroup.com/enumbers.htm
http://www.muslimconsumergroup.com/ingredients/list.htm
http://www.soundvision.com/info/halalhealthy/
http://www.soundvision.com/Info/halalhealthy/ingridient.asp
http://www.soundvision.com/info/halalhealthy/halal.list.asp
http://www.whatisinit.com/frames/frames/whatisinit_new.htm

And for people who just want to "Eat, Drink, and be Merry" and cannot be bothered with halaal and haraam or consider this matter to be trivial, here are a few thoughts:

We said: "O Adam! dwell thou and thy wife in the Garden; and eat of the bountiful things therein as (where and when) ye will; but approach not this tree, or ye run into harm and transgression." Then did Satan make them slip from the (garden), and get them out of the state (of felicity) in which they had been. We said: "Get ye down, all (ye people), with enmity between yourselves. On earth will be your dwelling-place and your means of livelihood - for a time." (Al-Baqarah 35-36)

Whenever I used to read this or hear the story of Hazrat Adam and Hawwa in my childhood, I always used to wonder how they could have been so foolish so as to eat the one thing forbidden out of countless wonderful blessings. But now I can see how Satan is making fools of us all by making attractive for us the handful of things that Allah has forbidden to us out of the countless lawful things. And if we are doing the same thing that got our ancestors expelled from Paradise in the first place, do we really expect that we would go back there?

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.31

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

Not a Matter of Religious Belief

Only a blind would not see that the forces of tyranny have perfectly consolidated their position. In the near future, there is absolutely no hope for an end to invasions and occupations and the mushrooming concentration camps.

It is now becoming illegal to call the wars the modern day tyrants wage as illegal, immoral and illegitimate. From the recent statements of Bush, Blair and their allies in the media, it is clear that they are not going to tolerate a single word that does not approve their totalitarian agenda. Everything else would be extremism, indirectly supporting "terrorism."

The core argument is that the West is under attack from global Jihad and "Iraq, Afghanistan and Palestine are hardly the motivating factors behind" it.[1] Masses are told that Muslims are motivated to undermine the West only due to their religious ideology. Those who want to be politically correct like Blair, claim that it is due to "poisonous" misinterpretation of Islam. Those who are blunt, claim that this is what Islam really is. It is not misinterpretation.

Islam, nevertheless, remains in focus. Directly or indirectly, it is presented as the root problem. The most serious problem actually is posed by the ambiguity and hundreds of unanswered questions surrounding 9/11. Instead of attempting to answer all the legitimate questions that clog the internet, the 9/11 Commission went on to associate and consolidate Islam's link with terrorism. Questions remained unanswered and Muslims are guilty for the heinous crime of 9/11, giving Islamophobes a magic excuse with which they kill any argument they face.

Masses are repeatedly told that there is nothing wrong with the occupation of Palestine, Iraq , Afghanistan or the presence of US troops in Saudi Arabia because the "terrorists" are least concerned with occupations, "but see the United States involvement there as part of a global phenomenon of cultural domination."[2] Thus "their vision of a global Ummah" is the problem that needs to be eliminated.

In a situation where the aggressors present their aggression and violence as noble, there is hardly any hope that we will se any improvement in the time to come. Read statements from Bush and Blair, watch cable broadcasts, or read the New York Times and its associates and you will find that they are all fully convinced they have noble motives for invasions, occupation and wreaking their violence.

Supporters of continued war and occupations are very righteous folks. Which is why the real global resistance to their actions that we are posing, let's be absolutely clear, should be one of our shared humanity against the madness of people like these; the rule of much vaunted international laws, norms and standards of human decency against the lies, hypocrisy and double standards they apply for themselves. It's the cause of reason against unreason, of common sense against the firm convictions of those who have clearly told the world that God told them to invade Iraq. This fanaticism now tells the world that the oppressors are resisting to their tyranny only because of their faith.

The threat is becoming more vast as it comes from those inspired by Bush and Blair, because their ideology of defending "our way of life" and "our values" has proved so infectious among small groups of religious and chauvinistic people on the margins of the Western society. Hitler was basically a loner, although he, too, claimed he was fighting for a greater cause—in Bush, Blair and their allies case, it is the God's inspired mission to save "a way of life" despite no claim to the contrary that anyone is more concerned about their way of life than the state of their life which has turned to a living hell due to the never ending colonial/imperial adventures.

The rationalists have no bombs. They have argument to counter obscurantism of Bush, Blair and company in the war of ideas. Majority of the rationalists are non-Muslims. Internet is full of their analysis and research of the events from 9/11 to 7/7. Tired of their serious attempts at exposing the truth, the war lords are now increasingly proposing to make blacklists of "extremists," which will include all those whose words might "indirectly" lead to resistance to the US and UK policies.

It means that anything that does not support and agrees with what Bush and Blair are doing is indirectly leading to extremism and terrorism. The first casualty of this strategy would be the hundreds of web sites which are coming with evidence and analysis to show that 9/11 was an inside job and that Bush and Blair lied through their teeth to make invasion and occupation of Iraq and Afghanistan possible. Interestingly, none of these thousands of web sites and blogs belong to Muslims. None of these is motivated by faith. Yet they are going to be the first victims of new fascist measures because according to Friedman they believe US government actions may encourage violent reprisals. Hence they are "just one notch less despicable than the terrorists."

Bill O'Reilly's suggestion to "just put them in chains" and "incarcerate" all critics of Bush and Blair policies applies to most Americans, not "religiously motivated" Muslims. The obscurantists, such as Christopher Dickey (Newsweek July 22, 2005), consider such truth diggers guilty because to them: "any effort to understand the enemy or his motivations is treated as an apology for what he does. At times we seem to be infected by the very pathology we are fighting against."

The biggest excuse for consolidating tyranny and mainstreaming fascism is that all the resistance to the US, UK and Israeli crimes against humanity is religiously motivated or inspired by 'poisonous interpretation" of faith. The truth is that these are just new excuses for prolonging and legitimizing terrorism.

The coming restrictions on the freedom of speech prove that these super-terrorists have totally lost the power of argument, debate, true religious faith and true legitimate politics. They are left with no excuse at all to defend their invasions and occupation besides supporting the monsters in power in Egypt, Islamabad, Afghanistan, Saudi Arabia and elsewhere in the Muslim world. They cannot debate. They cannot prove that "suicide bombing" in the West is the work of Muslims and in the occupied lands is only because of religious motivation. For that reason, they now badly need to